

مست

(غزلیات)

۳۱۷ سے ۳۲۷ تک

(کیفی حیدرآبادی)



فہرست

(دہرست)

- صفحہ مطلع کا پہلا مصرع ۱۴ جگہ پر بوالہوسوں کی دل سنگریں
- ۱ خم سبوساغر، صراحی جام، پیمانہ مرا ۱۵ زہے قسمت کہ میں ناخو استہ ہوا جہرت ہو
- ۲ کیا قیامت ہو ذرا اہل محشر! دیکھنا ۱۶ بدنام ہوں دلیل ہوں سوا ہوں رخ ارہوں
- ۳ اب بھی شیدا ہر زمانے کا زمانہ تیرا ۱۷ خلا طبع نازک کرتے ہیں جو کام کرتے ہیں
- ۴ نہوا وعدہ وصل آپسے پورا نہوا ۱۸ قیامت کی کشش ہو تیری ورے ارا نکھیں
- ۵ دھیان ہم نے ترا او شعبہ گرا چھوٹا ۱۹ ہماری طرح نا اہلوں کو کیوں ناقتے ہیں
- ۶ دنیا میں جو معشوق ستم گار نہوتا ۲۰ خدا شاہد نہیں اندیشہ سود و زیاں مجھ کو
- ۷ بجلیاں کوندتی ہیں اور ہر برسا کی رتا ۲۱ دوستی بھج جائے اُن سے ابتدا ایسی تو ہو
- ۸ آنکھوں نکلے ہیں مے نخت جگر آج ۲۲ فریب جن لاف عشق نے رسوا کیا مجھ کو
- ۹ وہ برستہ فمانہ ہو زبان شمع تربت ۲۳ جیسی بھجے بھائیں گے اُس فتنہ گر کے ساتھ
- ۱۰ چنی ہو تم نے کب افغان جیسے مے تاباں ۲۴ کی ہو کچھ تقلید انداز خرام یار کی
- ۱۱ تسلط بعد جنوں کے ہوا اپنا بیاباں ۲۵ ہراک سے مل کے ہتی ہو الگ بیاباں میری
- ۱۲ کہیں بوشیدہ ہیں وہ عشق کی نیرنگیاں ۲۶ اگر نکلے غبار آمیز آہ آتشیں اپنی
- ۱۳ میں تباہوں رکھ زندہ مجھے اُس دن کی آفت ۲۷ کس کے دل میں کھپ گئی کس کی نظریں زچ گئی
- ۱۴ آرزو ہو نہ تمنا ہو نہ اراں دل میں ۲۸ منظور ہو نظارہ جس کو وہ آئے بھانکے
- ۱۵ خدا کی یہ خدائی ہو جیسے اکثر نکلے ہیں ۲۹ تھم تھم کے ٹپکتا ہو میرے دیدہ تر سے
- ۱۶ تکلف کیا ہو یہ گھر کو اپنا گھر بنائے ۳۰ جلوہ ترا اسیرِ طلمسم خیال ہو
- ۱۷ ناتا ہوں کہ مجھے تاب نظار اتو نہیں ۳۱ کسی پر جان جاتی ہو کسی پر دل تصدق ہو
- ۱۸ ۳۲ تھیں فرصتیں اب بن سائے لیک بھج ہو

- ۲۰ دست آل خانہ غرابی نظر میں ہو ۳۲ کیسی برہی جب سامنے پیمانہ آتا ہو
 ۲۸ مجھ غرت جال سے قاتل! کیا کیا گزند پہنچے ۳۳ لے کے دل نہ پھیرے ابن جان بن کر جان
 ۲۹ تبسم لب پہ خنجر ہاتھ میں آنکھوں میں تری ہو ۳۴ کر کر کے ظلم ہم پر مظلوم آپ ٹھہرے
 ۳۰ وہاں تو دل جلانے کے لیے اغماز ہوتا ہو ۳۵ قسمت معکوس ہو رہی ہو
 ۳۱ خوش چشم خوش بھی ہو وہ خوش نظر بھی ہو ۳۶ اُن پہ الزام نہ آئے مری ناکامی سے
 ۳۲ فکر سدا ہو نہ تلاش معاش ہو ۳۷ میری طرح نہ آہ کوئی بے اثر کرے
 ۳۱ لب پہ تعریف تری آئی ہو ۳۵ اک آگ سی لگی ہو ی سب تن بدن تیرا
 ۳۲ اپنے سائے سے چھجکتے تھے جو پہلے پہلے ۳۶ ابھی تک چشم گریاں میں نمی ہو
 ۳۲ ترک الفت کا ارادہ قصد پوشی بھی ہو ۳۸ میں کہتا ہوں اُسے تو میری جاں ہو

سہولت

صفحہ	سطر	کیا لکھنا تھا	کیا لکھا گیا	صفحہ	سطر	کیا لکھنا تھا	کیا لکھا گیا
۴	۱۰	مستور	مسطور	۱۴	۳	ادھر عصیاں	ادھر عصیاں
۵	۲۱	ہو	ہو	۱۴	۱۴	کب ہو	کب ہی
۹	۹	معنا	معنا	۱۲	۱۸	مجھی سے	مجھ سے
۱۰	۱۴	لیجے	بینے	۵	۲۳	اس قابل زباں	اُس قابل زباں
۱۰	۱۸	ہم سا	ہم سا	۹	۲۳	کروں گا	کروں گا
۱۰	۱۹	کنہ	کنہ	۱۹	۲۲	بائیں ہیں	بائیں ہیں
۱۱	۶	وابستہ	وابستہ	۲	۲۲	کھپ گئی	کھپ گئی
۱۱	۲۱	ڈھونڈ لیں گے	ڈھونڈ لیں گے	۷	۲۲	چشم بد دور	چشم بد دور
۱۳	۶	ندی	ندی	۱۸	۲۲	فرقت کی داستان	فرقت کی داستان
۱۳	۷	بھی	بھی	۲۱	۲۸	خود پر پسند	خود پر پسند
۱۳	۹	سائے	سائے	۱۱	۲۹	خنجر	خنجر
۱۵	۷	متھاری چشم	متھاری چشم	۱۱	۲۹	آئینے	آئینے
۱۶	۱	ہوں	ہو سا	۱۵	۲۳	جتنے	جتنے
۱۶	۶	خوار	خار	۱	۲۶	بیت اخزن	بیت اخزن
۱۶	۱۷	ہنس کر	میںس کر	۸	۳۶	سااں کی	سااں کے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مرست

الف

۱۳۱۰ء سے ۱۳۲۴ء تک

خُم بُبُو۔ ساغر۔ صراحی۔ جام۔ پیمانہ مرا
 بے نیازانہ طبیعت دل ہر شاہانہ مرا
 ہر طرف مشق تصور سے ہر نقش باریکا
 تم یہاں کیا آئے گویا اک خدائی آگئی
 ساز و سماں میں مری یہ بے تر سامانیا
 بعد مدت کے ہوئی ہر قدر۔ اب کہتے ہیں وہ
 دشمن اپنا آپ ہوں میں دوست اپنا آپ میں
 میں یہ کہتا ہوں ”پرائی آگ میں گر تباہی کون“
 درد دل میرا ہوا، ہی باعث آرام یار
 اسی خار و دل اب تو سر اٹھانے دے مجھے
 میرے ساتی! جب مرا تو ہی تو موخانہ مرا
 بھیس تو یوں دیکھنے کو ہر فتنیہ مرا
 میرے حق میں جنت الماویٰ ہو کا شانہ مرا
 آج تو اک محشر تاں ہو جس لوخانہ مرا
 باغ جنت سے بھی اچھا ہی۔ یہ دیرانہ مرا
 ”آج تک میرا ہی دیوانہ ہی۔ دیوانہ مرا“
 کوئی دنیا میں لگانہ ہونہ بے گانہ مرا
 شمع کہتی ”ہو مگر ایسا ہی پروانہ مرا“
 نیند آنے کے لیے سُنتا ہی افسانہ مرا
 ہو گیا ٹرکا ہلاتا ہی کوئی شانہ مرا

شعر کیا۔ نعرہ بھی سن کر کہتے ہیں ”کفّی“ (۱۳۱۰ء سے ۱۳۲۴ء)
 چھپ چھپ سکتا کس انداز مستانہ مرا

در دُخار عشق مرے۔ سر ہوا تو کیا
 وہ جوش و ادوا ہی بے داہی نہیں
 اب، وہ غم فراق کی لذت کہاں نصیب؟
 سو داہو ہو چکا ہو۔ وہی پھر ہوا تو کیا
 ہنگامہ روزِ حشر کا تر بھر ہوا تو کیا
 غمگین دل۔ اگر مری خاطر ہو تو کیا

اب وہ دماغ ہی نہ رہا اسی جنون عشق!
 اب چشم امتیاز کی منت، اٹھائے کون
 اب دل میں۔ حسرت شب امید نہیں
 ہم ہیں ہی۔ مگر وہ طبیعت وہ دل کہاں
 سمجھائے کیا اسے جو نہ سمجھے کسی کی بات
 محشر میں ہو رہی ہے قیامت تو ہونے دو
 وہ صلح کل پسند طبیعت۔ نہیں رہی
 ہم اپنے دردِ دل کی کہانی سنائیں گے

کہتے ہیں شاعری جسے کیفی! وہ اور ہے
 صحیفہ جلد (۱) نمبر (۱۱) ہونے کو کوئی ناظم و ناظر ہوا تو کیا

بابتہ شوال ۱۳۲۳ھ

کیا قیامت ہو۔ ذرا اہل محشر اکٹھا
 مجھ کو مرگ ناگمانی کا فرادیتا ہو۔ لے
 دیکھنے کو دی ہیں جب آنکھیں ہیں اللہ نے
 ناز میں قال مراکتا ہو (خیر بھینک کر)
 گنبد چرخ کھن میں اب توجی لگتا نہیں
 تیری۔ غیروں جو تھی درپردہ سازش کھل گئی
 کان جب تک ہیں، ملامت گر کی نسی چاہے
 یہ ادائے خاص یہ تجھ ہی میں تصویر یاد
 ساتھ دے اپنا اگر وہ کافر خاطر نشیں
 آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے شور عشق سے
 دار و گیر حشر ہو۔ زاہد بھی کیفی بھی ہے

اُن کی یہ نجی نگاہیں میرا اوپر دیکھنا
 بھول کر میری طرف تیرا۔ استمگر! دیکھنا
 رنج و غم جو کچھ دکھاتا ہے مقدر۔ دیکھنا
 ہو یہ کتنا سخت جاں اللہ اکبر! دیکھنا
 دوسری دنیا میں۔ کوئی دوسرا گھر دیکھنا
 میری آنکھوں میں ذرا آنکھیں ملا کر دیکھنا!
 آنکھ جب تک ہے۔ تراروے منور دیکھنا
 کوئی تجھ سے سیکھ لے سب کو برابر دیکھنا
 بات کبھی میں ہو کیا ہا اکابر چل کر دیکھنا
 حضرت انسان کی قیمت کا چکر دیکھنا
 کون کرتا ہے بھلا یہ معرکہ ستر دیکھنا

(میں نے دیکھا ہے)

اے دل سن وہ ترے۔ اے وہ زمانہ تیرا
 کہ نہیں رنگ وہ۔ اے بزمِ شبانہ! تیرا
 یہ ہوا عیدِ شب وصل! دو گانہ تیرا
 نہ رہا وہ۔ نہ رہے گا یہ زمانہ تیرا
 حال دیکھے نہ کوئی مضطربانہ تیرا
 گوارا وہ نہ سہی مستقلانہ تیرا
 نام لیتا ہی کوئی بے ادبانہ تیرا
 تو۔ زمانے سے خفا۔ اور۔ زمانہ تیرا
 وہ کہانی ہو مری۔ یا ہو فسانہ تیرا
 کہیں چو کے نہ تڑپنے سے نشانہ تیرا
 لاکھ شکوے مرے اور ایک بہانہ تیرا
 غیر کا ساتھ۔ مرا ماتھ ہو بسانہ تیرا
 جس سے سنبے۔ وہ سنا تا ہی فسانہ تیرا
 آئینہ تیرا ہی۔ زلفیں تری۔ شانہ تیرا

اب بھی شیدا ہی زمانے کا زمانہ تیرا
 ایک ساتی کے نہونے سے۔ ہو کیا بے لطفی
 فرط شادی سے جو ہیں۔ دودھ گھڑی کا شکر
 ضد۔ لڑکپن کی گئی۔ اب ہو۔ جوانی کا غرور
 دل بتیاب سنبھل! خوف ہو رسوائی کا
 کہہ دے کہہ دے کہ ہم آجائیں گے انشاء
 دل چرایا ہو مر اس نے۔ خدا ہی جانے
 میں بھی خواہ جہاں۔ اور جہاں میرا وعدہ
 ہوتی ہیں عاشق و معشوق میں جو جواب
 دل کو تسکین تو دے۔ او قدر انداز اول
 میری سونٹیں۔ اور اک تری بے پروائی
 رنج و راحت کے مرے سب کو کم و بیش
 مجھ سے کچھ کم نہیں! تری رسوائی
 مجھ کو تاخیر کا شکوہ نہیں۔ ہاں اور سنو

کس سے شکوہ ہو شکایت ہی کیس سے کیفی! (صحیفہ جلد ۳۲) نمبر (۳۵۲)

کبھی امرو زکا فردا پس فراموش
 بن کے ان جاہ۔ پھر پوچھتے ہیں "کیا نہوا؟"
 وہی عاشق ہی جسے تم کہو "ایسا نہوا"
 ابکہ دل کا۔ حباب لب دریا نہوا
 جس کے ہاتھوں سے کبھی بند قبا و نہوا

نہوا وعدہ وصل آپ سے پورا نہوا
 جب میں کہتا ہوں کہ وعدہ کوئی پورا نہوا
 یوں تو ہونے کو ہی وہ کون ہو شیدا نہوا
 پھوٹ کر۔ جزو دلِ خویش شدہ ہو جانا تھا
 گتھیاں قسمت برگشتہ کی سلجھائے وہ کیا

یہ بھی کچھ آپ کو معلوم ہوا یا نہوا؟

پردہ اہل جنوں دامن سہارا نہوا

یہ مرض وہ ہی بھوبے سے بھی اچھا نہوا

”دیکھنے آئے تھے جو ہم۔ وہ تماشا نہوا“

کوئی ایسا ہی۔ نہوتا ہی۔ نہوگا۔ نہوا

ہم کسی کے نہوے۔ کوئی ہمارا نہوا

اُن سے ایسا نہوا۔ ہم سے تقاضا نہوا

وعدہ کیسا۔ کہ ستم بھی کوئی پورا نہوا

تم نے وہ ناز کیا۔ جو تمہیں زیا نہوا

عشق کیا عشق۔ جو باز میں رسوا نہوا

ہاے اس وقت میرا روٹھنے والا نہوا

ہو رہا ہر کوئی بدنام۔ کسی کے باعث

ہم کو کیا کیا نہ کیا ترک وطن نے بدنام

یاد تیری نہیں جاتی، ہر تارے دل سے

اُن کے آنے سے ملاچیں۔ تو وہ کہتے ہیں

جو کھا تھا۔ وہی کھتا ہوں۔ کہوں گا بھی

نہ رکھا بے سرو پائی نے کہیں کا بھی ہیں

کبھی پورا نہوا عمر بھر انتہا رسوا

تم وفادار نہیں کیا۔ کہ سگر بھی نہیں

میں نے وہ ضبط کیا۔ جو میرا مکان نہیں

حُسن کیا حُسن۔ پس پردہ جو سطور رہا

آہ بے ساختہ نکلی ہی یکایک دل سے

ہم کو کیفی نظر آتا ہی اُسی کو چہ میں
رِثَا لَاحِقًا جِلْدِہٖ بِسَرِّہٖ ۱۹۱۱ء

جو مقیم حرم و دیر و کلیسا نہوا

چھوڑنے کا تو نہ تھا قصد۔ مگر چھوڑا

کہ۔ دوانے بھی۔ دُعا نے بھی۔ اُڑ چھوڑا

ایک مدت جو تھا قصدِ سفر چھوڑا

مُرغِ دل پر مے شہباز نظر چھوڑا

دردِ دل چھوڑ دیا دردِ جگر چھوڑا

کو چہ شمی ہی یہ زاہد نے اگر چھوڑا

جب فرشتوں نے مراد امین تر چھوڑا

شبِ فرقت نے۔ گریبانِ سحر چھوڑا

دھیان ہم نے ترا۔ ادِ شجہہ گر چھوڑا

تجھ کو اللہ پر امنی دردِ جگر چھوڑا

جب وطن میں نہیں ملنے لگے غربت کے منے

طرفہ عیار ہی۔ وہ شوخ لگے۔ دیدہ دلیر

دل جگر لے کے۔ براہِ کرم اُس ظلم نے

باغِ دنیا کے تماشے بھی۔ ہیں اُس کی قدرت

زاہد خُشک کو محشر میں ہوئی کیا حیرت

مجھ سے نِخت کی جس دن سے ہوئی دُائیر

دنیا میں جو معشوقِ شمع کا بہوتا
عاشق کبھی لذتِ چش آزار نہوتا
امیدِ عبادت کے کیا مجھ کو پشایاں
ورنہ کبھی اس درد کا اظہار نہوتا
رہتی کوئی دن اور تمنائے عبادت
ایک کاش! علاجِ دل بیمار نہوتا
اوشانِ کیری سے دشمن ہیں پاک
کیا بات کہ میں؟ اور گنہ گار نہوتا
شہرت کے لیے ہوتی ہر ایمان شکنی
ورنہ کبھی اسلام پہ ادبار نہوتا
(ق) میں اپنا تخلص بھی کیسی نہیں کرتا
اللہ! ترا نام جو غفّار نہوتا...

ت

سُورۃ سے ۱۲ تا ۱۵

بجلیاں کوندتی ہیں اور ہر رسات کی رات
اب کہاں جاتے ہو؟ رہ جاؤ ہیں رات کی رات
چھیر میں ماسِ ادب، ناز و ستم، شرم و غضب
کس تکلف سے کٹی پہلی ملاقات کی رات
رات دن ہوتی تھی کیا کیا میری خاطر داری
وہ تواضع کے رہے دن مدارات کی رات
تمت بد نظری، آنکھ چڑانے کا گنگہ
بحث کیا چھڑ گئی تھی، شرح اشارات کی رات
روز و شب، خلوت و جلوت میں ہم تھے
اب ملاقات کا دن ہی نہ ملاقات کی رات
ایزہے طالعِ میدار! کہ ہم خواب ہو وہ
میں تو اس رات کو سمجھا ہوں کہ رات کی رات
دن نکلتے ہی نکلتے لگیں آنکھیں دیکھو!
تم نے کھائی تھی قسم سچ کہو کس بات کی رات
باتوں باتوں میں شب وصل کہیں بھور نہو
آج کی رات نہیں حرف و حکایات کی رات
زندہ پی پی کے گلے ملتے ہیں کیا ایک ایک
عید کا دن ہو کہ ہو اہل خرابات کی رات
نہ اُجالے سے ہی مطلب نہ اندھیرے سے
دن خرابات کا دن رات خرابات کی رات

بے تری دید کے آفت میں ہو کیفی شب و روز
دن قیامت کا سو دن رات بلیات کی رات

ج

سلسلہ سے ۱۲۲۷ تک

آنکھوں سے نکلتے ہیں میرے سخت جگر آج
 آتی ہے جو کل موت، وہ آئے مرے گھر آج
 کچھ اس کی خبر ہے؟ کہ نہیں کل کی خبر آج
 پہنچے انھیں کس طرح مرے دل کی خبر آج
 پھرتی ہے نگاہوں میں تری صورت زیبا
 واماں شب ہجر کا پیوند لگا..... ہے
 کس کے گل نقش کف پاکی ہے یہ خوش بو
 حسرت نے مری مجھ کو کیا زندہ بگوزارہ
 مجبور ہوں میں اور تو مختار ہے مالک
 سنتا ہوں غریبوں پہ ہے عام اس کی نواز
 آواز بخشش ہے ادھر شان کریمی
 غافل تجھے کل سامنے جانا ہے کسی کے
 اک روز بھی وہ بزم تصور میں نہ بھیرا
 ہو ختم شب وعدہ تو پر و انہیں مجھ کو

گھر دھونے کو بیٹھے ہیں مے دیں تراج
 ہو جائے وفا وعدہ نہ ترا اگر آج
 کس سوچ میں بیٹھا ہے جو کرنا ہے وہ کر آج
 تاثیر ہے نالوں میں آہوں میں اثر آج
 آنکھوں کو مری لگتی ہے خود میری نظر آج
 ہو گا نہ کبھی چاک گریبان سحر آج
 جنت سی ہمکتی ہے مری راہ گزر آج
 اُس نے تو میرے قتل پہ باندھی ہے کمر آج
 کل جس سے میں نادم رہوں آیا تو نہ کر آج
 ہے اپنے وطن ہی میں مرا قصد سفر آج
 پھیلائے ہوئے ہوں میں ادھر امن آج
 کچھ دل میں خدا کے لیے اللہ سے ڈر آج
 ہم کہتے رہے لاکھ، ٹھہر آج ٹھہر آج
 جتنا ہو سنو زنا تجھے او شوخ بنو آج

کیا جانے یہ کس شوخ سے در پر وہ لڑی ہو
 (دشاعرہ) کیمفی تری آنکھوں سے ٹپکتا ہے اثر آج
 (۱۲۲۷ء)

س

سلسلہ سے ۱۲۲۷ تک

وہ برجستہ فلانہ ہی زبان شمع تربت پر
 کھلے گی جس کی رنگینی بیاض چشم عبرت پر

علی الرغم زمانہ آج تک ہو ایک حالت پر
 پڑے ہیں چاک کیا کیا چادر خون شہادت پر
 کہ پانی پھر گیا حشر شہمہ مہر قیامت پر
 گمان میرے گریباں کا ہو امان قیامت پر
 کف افسوس ملنا دال ہی تجدید معیت پر
 گمان نہ زخم جگر صبح قیامت پر
 نہ آیا حرف کوئی آج تک تحریریت پر
 اگر ملنا ترا موقوف ہو روز قیامت پر
 ہنسی آجاتی ہے اب بھی گذشتہ عیش و عشرت پر
 مری ذلت نے جھاڑو پھیر دی گرد کدورت پر
 فریب لاف دل جوئی قیامت ہو قیامت پر
 امیدیں ٹوٹ پڑتی ہیں شکستہ خار حشرت پر
 لب زخم جگر کا دانت ہو شور طاعت پر
 کہیں آنچ آتش سیال کی لے نہ وحشت پر
 ستم پر ہو ستم تازہ قیامت ہو قیامت پر
 نہ تو اکاش مجھ کو رشک اتنا اپنی قسمت پر
 مدار اب دوستی کا رہ گیا صاحب سلامت پر

جن تاج پوشی ایلہ وندہ مقہم

رہیں منت ساقی رہوں گا عمر بھر کیفی !
 اگر مل جائے کوئی جام دستار فضیلت پر

(مشاعرہ بہترین)

یہ اللہ کے اعداد ہیں سر لوحِ قرآن پر
 کہ زخم ناخن و حشر بھی تکم ہو گریباں پر

ہو ہی ہو وضع داری ختم اپنی شام فرقت پر
 ہمارے قتل سے بھی رونق لئی رنگ و حشر پر
 ہمارے داغ دل کی دیدنی ہو گرم بازاری
 اڑائی دھجیاں دست جنوں نے اس سلیقہ سے
 ہو ہی ہو تنگ دستی وجہ توبہ ورنہ اساقی !
 تری بے انکے نو کردہ بمل کو نہو کیوں کر
 کراٹا کاتبیں کی نکتہ چینی سے ہمیں کیا ڈر
 شب فرقت کی بزم آریاں کس بات میں گم
 عدم ہو کر بھی آثار وجود اچھوں کے اچھے ہیں
 خلاف وضع داری چھیر کر کی بات اس سے
 ترا تعظیم کو اٹھنا ترا تسلیم کو جھکنا۔
 عجب ہنگامہ ہے ان کی غلط انداز نظر کا
 مجھے ہونا پڑا منت پذیر طعن دشمن
 بخوف بے خودی کی مر سے توبہ تیرے خوشی نے
 عدد کو دیکھ کر میری طرف ہ دیکھنا تیرا
 حینان جہاں سحرات دن بہتی ہیں آغوشی
 خلوص دیکھ لی کا نام بھی لیتا نہیں کوئی

چینی ہو تم نے کب ہ افشان حسین رہے تباہ پر
 لگایا ضبط نے یہ عیب کاوش لے پیمانہ پر

میرے ملک گمراش و درافشاں کے مقابل
کمیونوں کی خباثت سے خدر لازم ہوا
کریں کس منہ سے ہم شکوہ فلک کا حق بجانب
میریں فرودہ پائیں سودہ خاک حشر گند
نہیں معلوم کس میکش کی خاطر ہو تجھے یار
عروسان چین کی نازگی ہو دید کے قابل
گرہ آتشیوں ہو آج اس سلطان عادل کی
الہی باتیرے غروشان کا سایہ ہو تا حشر
قیامت تک ہو سایہ خدا یا اطل سجاں کا
وزیر و شاہ کا لطف و کرم ہر روز افزوں ہو
ریاست حیدر آباد و کن کی حشر تک یار
دکن ہی آج کل ارباب علم و فن کا امن ہو

ثبوت قطرہ دزدی ہو چکا ہی ابر نیساں پر
کہ ہو جاتا ہی قبضہ اہرمن کا بھی سلیمان پر
کہ ہوتی ہی نظر صیاد کی مرغ خوش انجاں پر
بنا ہو ایک عبرت زاسماں گور غریباں پر
کہ اٹھ اٹھ کر بستی ہیں گھٹائیں نہ منڈاں پر
ہمارا آئی ہو اک جو بن برتا ہو گلستاں پر
جو رکھتا ہو نظر انصاف کی ہند و سماں پر
نظام الملک آصف جاہ محبوب علی خاں پر
مہاراجہ کشن پرشاد چند لعل دوراں پر
علومہت امانت و منت راجہ رائے ریاں پر
ہے بزرگ چمکن فضائے باغ رضواں پر
لکھا ہو خط استعلیق سے گردون گرداں پر

خبر ہو آنے والے ہیں ظہیر دہلوی کیفی
دکن کو فخر کرنا زیبے گایسے مہاں پر

(ق)

۱۷ مصرع طرح ۱۷ حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ (۳۰ رمضان ۱۳۲۹ھ)

۱۷ سرزمین السلطنت بہار (شاد) پشکار و مدار المہام وقت حال صدر اعظم دولت آصفیہ - آپ راجایان اجہ
چند لعل مہاراجہ بہار (شاد) (سیکنڈ ہاشمی) مدار المہام دولت آصفیہ کے چشم و چراغ اب و جد ہیں
مہاراجہ شاداں کی علم دوستی اور داد و دہش پر توجہ دکن شاہ ہیں ۱۲..... جامع
۱۷ راجہ چمن راؤ نافر راجہ رائے ریاں امانت و منت خاندانی خطاب - آپ بڑے علم دوست اور نہایت نیک نفس تھے
اکثر سال گرہ مبارک کی تقریب میں شاعر و شاعر کرتے۔ ۱۹..... اعلیٰ حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ
(۳۰ رمضان ۱۳۲۹ھ) ایک علی رسالہ (دکن) ماہوار اپنی سرپرستی میں مولوی محمد نادر علی صاحب برتر غازی پوری کی
اتہام سے جاری کیا تھا جو غالباً ۱۳۲۸ھ میں بند ہو گیا۔ ۱۳..... ۱۳..... ۱۳..... ۱۳..... ۱۳..... ۱۳..... ۱۳..... ۱۳.....
۱۷ شمس الملک ثبوت، سید ظہیر الدین حسین خاں ظہیر دہلوی تلمیذ و شہساز خاں غفران حضرت دوق دہلوی کو کہنا کہ
کے شرف و سخن کے چرچے کھینچ لائے تھے ۱۹..... ۱۹..... ۱۹..... ۱۹..... ۱۹..... ۱۹..... ۱۹..... ۱۹.....
میں سب سے دھماکے کیے گئے۔ مصنف نے تاریخ کبھی تھی جس کا مادہ یہ ہے "آہ ورد ظہیر" ۱۳..... جامع

تسلط بعد محنوں کے ہوا اپنا بیاباں
 اگر قبضہ تھے بسل کا ہو جانا نکٹاں
 یہ کس مہوش کی ایسے ہلائی ہے وہ دل نہی
 نظر بازوں کو دھوکا اعتبار نام پر کیوں
 سیہ روئی، عیاں ہی کمرشی سے تیر ہاں کی
 ہماری تیرہ جہتی کا نمونہ ہو گیا ناہر
 مری آوارگی کی قدر خیاط ازل کو، ہو
 پریشانی جو میری باعث مجموعی خاطر
 گدا و شاہ معنا ایک ہیں لیکن ہر فرق اتنا
 آل پائے مالی نے کیا ہو صاحبِ نسبت
 دم گر یہ بنا چاک جگر، رسوائی کا پردہ
 ترے وحشی کی نظروں میں، چچے کیا چرخ دنیا
 ہوئی ہیں ہڈیاں گل گل کے چونتیسے قید کی
 کر کے کیا پنجہ وحشت بُرا ہونا توانی کا

کہ پرچم بن کے دامن رہ گیا خارِ مغیلاں
 قرار پار لہے دل نہوتا، نوکِ مڑگاں
 کہ پی چادرِ مہتاب کی ہو زخمِ خداں
 کبھی قمری نظر آتی نہیں سروِ چراغاں
 دھواں کب ہو فروغِ لمعہ شمعِ شبستاں
 ہوا کیا خاک اثر؟ آنسو کا انگرے بوزاں
 کیا ہو رخت و شت، قطع میرے جسمِ پیاں
 کہ رحم آتا ہو زلف یار کے حال پریشاں
 کوئی ہو شیرِ قالیس پر۔ کوئی شیرِ نیتاں
 ہوا ہو بے نشانی کا کماں کو غریباں
 بڑا احسان ہو خوردشید کا اس شہنشاں
 چنے ہیں شیشہ آلات اس نے ایسے طاقاں
 پسیدی ہی نظر آتی ہو اب یوارِ زنداں
 کہ پاس وضع کا چھدار، آخر گریباں

غزل ہو۔ یا کوئی طوار ہو بس چپے ہو کیفی

بابت ۱۳۲۱ھ
 (منقولہ جنابِ جمعیۃ)

مشاعرہ لاہور
 آصفیہ غفران مکان

کسیں پوشیدہ ہیں عشق کی نیکیاں ہو کر
 عدو کی اقرار پر دازیوں کی قدر کرتا ہوں
 مری ہر دل غریبی سے مجھے ہو خوفِ آزادی
 یہی عالم رہا اگر سوزِ دل کی بے قراری کا
 مجھے حالِ تنوکیوں ذوقِ وصلِ لذتِ ہجر

کسیں ظاہر ہیں جلے حسن کی نیکیاں ہو کر
 کہ تیرا نام چلے گا مری بدنامیاں ہو کر
 عجب کیا ہو جو نکلوں نالہ زندانیاں ہو کر
 درود یوارِ گرجا جس کے اک دن بجلیاں ہو کر
 وہ میرے دل میں رہتے ہیں مری بے تابیاں

ہمارا دستِ وحشت کیوں نہوسر نہایتش
میری گستاخیوں نے بے تکلف کر دیا اُن کو
وہاں وعدہ خلافی کی ہوا کرتی میں تجویز
تسلی بخش غمخواروں کے فتنے کا کم کیا دیں گئے
ترقی خواہ عمر و دولت و اقبال آصف ہو
مجھے منزل پہ پہنچایا ہو میری ناتوانی نے
اے اکس منہ سے ہو شکر اس آد کا خاص کا ایزا

نہ وہ کس بلِ راہم میں نہ وہ طاقت ہی کفنی
شاعر و سالک و ہفتی نہ ہو گئے مغلوب تن آسانیاں ہو کر
حضرت غفران کا باب ۱۲



(سیرت سے مسئلہ تک)

میں ڈرتا ہوں نہ رکھ زندہ مجھے اُس دن کی تک
رہا ہوا زہر و عشق پر ہم کو بھی مدت تک
مجھے کس سے شکایت ہی سمجھ میں نہیں آتا
مجھے وہ دیکھنے میں خوشی سے میں تو اچھے
حجاب اتنا تو عاشق سے نہ کرزم تصور
قیامت کا اجاز کیا؟ جو لہنا ہو تو اب لینے
نہو گا کوئی ہم سا بے ٹھکانہ خانہ آوارہ
تری کس کس ادائے دلتاں پر جانِ جنت ہے؟
تم اپنا کل کا وعدہ آج ہم سے پورا کر دے
و فور شرم سے چھپتے ہیں زیر دامن شرمگاہ

سلامت حضرت واعظ ہیں یارب ایتام
مگر لب پر نہیں آتا ہوا ب نامِ محبت تک
جد ہیں اپنے مغضوں سے مگر حرفِ شکایت تک
مگر ڈر ہو نہ اٹھ جائے کہیں رسم عیادت تک
وہ نکلتا ہو تری صورت کو تو بھی اُس کی صورت تک
کہ دم کا کیا بھروسہ کون جتیا ہر قیامت تک
ٹھکانے سے نہیں لگتی ہماری کوئی محنت تک
رسائی ہو نہیں سکتی ہماری کہ نہ قدرت تک
ابھی ہم سر کے بل آتے ہیں میدانِ قیامت تک
نکل سکتے انہیں میں آنکھ سے اشکِ غلیمت تک

گیا بچس شباب آیا مجھے پہچاننا کیسا؟
 مجھے ارشاد ہو! میں ناز برداری کو حاضر ہوں
 ہماری خاکساری کیوں نہیں بھرتی لگا ہوں
 ہلکے بعد مٹی بھی نہ کر برباد غیروں کی
 الہی کثرت عصیاں سے میں آنا پناہاں ہوں
 کشود کار کی تم سے توقع کون کلمے کا
 مشاعر و عرسِ محشر میں
 نہین چچاں سکتے، لے تم خود اپنی صورت تک
 سنہل سکتا نہین جب آپ سے باز رکھتا تک
 ترے دل میں تو گھر کر لیتی ہو گرد و کرت تک
 جو تو چاہے تو حاضر ہی ہماری خاک بہت تک
 کہ لے شرم کے ہیں سنگول اشکِ غامت تک
 ہے محروم جب البتہ داماں دولت تک
 گٹھا چھائی خلک پر دم گٹھا جاتا ہی کفھی کا
 سلامت میکدہ تیرا ہے ساتی قیامت تک

ن

(مسئلہ سے مسئلہ تک)

آرزو ہی نہ تمنا ہو نہ اراں دل میں
 اُڑتی ہو خاک کدورت سے میراں دل میں
 زلف پر خم میں دل آویز پریشانی ہو
 عالم نزع ہو یا ترکِ تعلق کا خیال
 کہہ رہا ہو کہ محبت نہ کریں گے اب سے
 ایک زنجیر کے وابستہ ہیں آزاد و اسیر
 کثرت یاس سے کم داغِ منت سنا ہوا
 بے سبب بھی کوئی بے چین بنا کرتا ہو
 امتحاں آج ہو تیری قدر اندازی کا
 اُس سے انصاف ستم لے محبت کی امید
 داد جی کھول کے ہم جوشِ جنوں کی دیتے
 دھونڈ لیں گے کوئی ہم موت کا جیل خانہ

اب تو ظالم اتری حسرت بھی ہر مہاں دل
 نیز بان دل میں با کوئی نہ مہاں دل میں
 آپ آئے تھے گریبے پریشان دل میں
 یاس اسید سے ہو دست و گریبان دل میں
 یا الہی! کوئی بڑ بول ہو پنہاں دل میں
 ہو غیب طوفِ طلسمات کا زنداں دل میں
 نظر آتا ہے چسپاں غمت واماں دل میں
 کچھ نہ کچھ ہو اثر کاوشِ مگر کاں دل میں
 تیرے سینے میں ہے تیر کا پیکان دل میں
 جس کی آنکھوں میں مروت ہو نہ ایمان دل میں
 کاش ہو کوئی سنسان سیابان دل میں
 ہونے دیں گے نہ کبھی تجھ کو پشیمان دل میں

مٹ گئے داغِ گمراہ کے نشان باقی ہیں

(شاعرہ سلسلہ) یعنی آباد ہو اک شہرِ خموشاں دل میں

خدا کی یہ خدائی ہو جس اکثر نکلتے ہیں
ہزاروں منتوں پر گھر سے وہ باہر نکلتے ہیں
کہاں کی آہ کیسے اشکِ اجہم ضبط کرتے
ہمارے قتل کے سامان موتے ہیں ان کی کیا
وہ کہتے ہیں کہ تیری بامیرے دل میں سمجھتی تھی
بہار تازہ آئی ہو بلا نوشوں کا مجمع ہو
مری حالت یہ روتے ہیں جھپا کر منہ نصیحت کے
نکل لے ہیں ساتی! اس طرف لا اور تھوڑی سی
نہیں معلوم یہ کس دل جلے کا ڈھیر ہو یا بیا
جلایا دور ہی سے چھینٹے دے کر مجھ کو ساتی نے
دکھائی کچھ نہیں دیتا کہ اک یوہر حال ہو
جسے کہتے ہیں عاشق وہ نہیں ملتا ہوں خود سے
مے نالے مے آنسو ہیں میں کس کو فضیلت دے
کہا میں نے سناؤں ماجرا اپنا تو سن رہا یا
یہ کیا جھٹ ہو اسی ساتی نہ لینا اک دنیا دو
بلا ہیں چھوٹے چھوٹے تیرے کیسے یوہر ہیں
پکیتے ہیں جو قطرے خونِ خم سنگِ طعنان سے
غور۔ اور اس قدر بچھنے کے ملنے والوں
اُترتی ہیں مائے اضطراب شوق کی نقیلیں

گر کیفی! کہیں ایسے پری سیکر نکلتے ہیں
بڑی مشکل سے ارمانِ دل مضطر نکلتے ہیں
نکلتے دو اگر قبضے سے بھر دو بر نکلتے ہیں
کبھی تیغیں نکلتی ہیں کبھی خنجر نکلتے ہیں
نکلتے ہیں زبان سے حرف یا شتر نکلتے ہیں
تہی منہ سے جام و سوسان نکلتے ہیں
اب ایسے خشک مغزوں کے بھی اثر نکلتے ہیں
اگرچہ دام پہلے کے بھی کچھ ہم پر نکلتے ہیں
کہ آتش مارے اب تک زیر خاک اکثر نکلتے ہیں
شرائے آتشِ سیال سے کیوں کر نکلتے ہیں
بجائے اشک آنکھوں سے مری پھر نکلتے ہیں
مری جان چاہنے والے تو یوں اکثر نکلتے ہیں
کہ وہ ان سے سوا۔ اور ان سے یہ سرت نکلتے ہیں
”گمے گزے ہوئے وقتوں کے پھر فر نکلتے ہیں“
خوشی سے مانگے یوں دام کب ہم پر نکلتے ہیں
بڑے ہو کر یہی کافر تو غارت کر نکلتے ہیں
سمجھ کر لعل اٹھاتا ہوں گر تھپ سرت نکلتے ہیں
جواں ہوتے ہی کیا سرت خاک کے کچھ پر نکلتے ہیں
وہ عاشق بن کے دل تھامے ہوئے مضطر نکلتے ہیں

رانی دام کامل سے ہماری ہو چکی کھنی!
(دق) نکالے سے کہیں تقدیر کے چکر نکلے ہیں

تکلف کیا ہوئی گھر کو اپنا گھر بنایا
رانی پاکے ہم دم چھوڑتے ہیں قید خانے میں
پہیلی اک نئی ہوتی ہوئی ہے ہر زمانے میں
تری تہذیب کی بڑھی ہے سمجھ میں تو لو آخر
دیا ہو عشق جس کو صبر بھی تھوڑا سا ہے
بنایا مجھ کو بے خبر اس قدر کیوں کیا کوچ
ہمیشہ کے لیے مسامحہ میں گل کے گوشتی لیل
عدو کا خرم نیکوں جلتا نہیں یارب
کہ تکلیف آپ کو ہوتی ہے ہر روز آنے جانے
یہ ہے یہ بعد اپنے یادگار اپنی زمانے میں
کہ اس کا بوجھنا بھی دیکھنے میں نہ کھائیں
بہت سی کام کی باتیں بھی ہیں بے فائدے
الہی! ہو کی کسی چرکی ہتھے خزانے میں
نہیں ہو دخل بندے کو خدا کے کارخانے میں
یہ کس کو ڈھونڈتی ہے آتش گل آئینے میں
جھلک برق ہلاکی ہو کسی کے سکرانے میں

پرائی صحبتوں کا حال سن کر دل بھرتا ہو
ہمیں پیدا کیا کھنی! خدانے کس زمانے میں
(۱۰ رمضان ۱۳۷۵ھ)

یہ مصنف نے خواہ ایک شاعر ۱۳۷۵ھ میں کیا تھا جس کی یہ غزل ہو شاعر کا اشتہار بھی اپنے
ہی نام سے دیا اور یہ لکھا تھا کہ علامہ آقا سید علی شومتری اسناد الملک طوئی مرحوم ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۷۴ھ
اور جمال استاد حضرت داغ دہلوی (مرحوم ۹ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ) نے شاعر میں آنے کا ترجمہ دیا وعدہ کیا ہے
یہ شاعر بڑے پیمانہ پر ہوا تھا۔ ہندو دکن کے بالکل شعر احسن اتفاق سے شریک تھے لوگ آج تک اس
شاعر کی کیفیت غزل لے لے کر بیان کرتے اور اکثر ستر سنانے ہیں۔ لکھنؤ کے شہر یافتہ مرثیہ گو جناب پیکر
صاحب رشید (مرحوم) کے یہ دو شعر لوگوں کو یاد ہیں

جہاں برق کھدی جاتی ہے پتھر نکلے ہیں
کہ بھر عشق کے ڈولے لب کو شکر نکلے ہیں
ہوا ہو سخت لعل و فوسف بنواریے وحشی کا
رشد آغاز الفت سے کس انجام پہنچے
شاعر و شام سے شروع ہو کر صبح کے دس بجے ختم ہوا۔ طعام و قیام کا انتظام مصنف کے والد ماجد
حاجی سید نظام الدین احمد رضوی (مہاجر) نے بڑے اہتمام سے کیا تھا۔ اشعار و نواب کلانی (مرحوم ۱۲ صفر ۱۳۷۵ھ)
کی جوبلی واقع تالاب میر جلال پر ہوا۔ نواب سراج الدین احمد خاں سائل دہلوی نے پہلی مرتبہ اسی شاعر سے میں
موسیقی محسن پر اپنی غزل سنائی تھی جسے ہم آج کل عام طور پر شاعروں میں سنا ہے۔ اس شاعر کا حال
جسے کرم دوست مولوی حکیم سید محمد علی صاحب عرش طبع آبادی (مرحوم ۱۲ شوال ۱۳۷۵ھ) نے رقم فرمایا ہے
سے سنایا تھا۔ اس وقت حافظ نے صاحب قدر و کی وہ پیر و نظم ہے۔ (رجل)

دور ہی پہنچے مگر یہ بھی گوارا تو نہیں
 میں گنہ گار خدا کا ہوں، تمھارا تو نہیں
 ظاہر کوئی قصور اس میں ہمارا تو نہیں
 خلوت خاص میں وہ انجمن آرا تو نہیں
 غیر کی ملک ہو، کچھ اپنا اجارا تو نہیں
 دل فروشوں کی تجارت میں خارا تو نہیں
 جو نہو چرخ میں، وہ میرا تارا تو نہیں
 میرے قبضے میں، سمرقند و بخارا تو نہیں
 یہ کچھ افسانہ اسکندر و دارا تو نہیں
 شاہد سج قیامت کا، اتارا تو نہیں
 پاس اپنے علم و طبل و نقار، تو نہیں
 بے قراری! مجھے اب صبر کا یارا تو نہیں
 ان اداؤں میں کوئی خاص اُتارا تو نہیں
 میرے سینے میں، الٰہی! کہیں آرا تو نہیں
 گو وہ جیتانہ رنایم سے ہارا تو نہیں
 اس زمانے میں کہیں ہانکا پکارا تو نہیں
 منحصر، نظم یہ کچھ اپنا گذارا تو نہیں
 اب سوا ترک وطن کے کوئی چارا تو نہیں

مانتا ہوں کہ مجھے تابِ نظار تو نہیں
 کیوں خفا ہوتے ہو مجھ پر، یہ کچھ شریخ
 آپ فرمائیے! کچھ وجہ گرفتاری ل
 کون دیتا ہو، تسلی ہمیں تنہائی میں
 دل کسی کا، نہیں ملتا، نہیں ملتا ہم سے
 دولت وصل ملے، یا درم داغِ فراق
 اویں نجم! تری باتوں سے ہو کیوں کر نکلیں
 خال ہند و کوثرے، کعبہ دل دیتا ہوں
 غیر سے آنکھ تری، دیدہ و دانستہ لڑی
 جس کو ہم سمجھے ہوئے ہیں شب باریک فراق
 کیا بگاڑے گا، بگاڑ کر، فلک سفندِ نوا
 تو ہی کچھ رحم مرے حال پہ کرنا تھو نہ چھو
 دیکھتے ہیں وہ بھی مجھ کو، کبھی آئینہ
 دل محبت میں ٹپتا ہو، مگر کیا آنا
 آفرین بہت پروانہ جاں باز پہ ہو
 اثر عشق سے، شاید کوئی مڑتا ہو گا
 رزق ہر حیلے سے دیتا ہو خداوندِ کریم
 کس میری کا تقاضا، خفقاں کی ہو صلح

۱۳۱۵
 ۱۳۱۵

چھوڑ کر تجھ کو کہاں جائے یہ کیفی، ساقی!

(دق)

تیری بھٹی کے سوا کوئی سہارا تو نہیں

صفحہ جلد ۱۳۱ نمبر ۱)

خبر نہ تھی کہ ہر پوشیدہ آگ پتھر میں

جگہ ہو بواہوسوں کی، دل سنگ میں

نہیں ہو قطرہ ٹوٹک ہمارے ساغریں
 کبھی ہو ہی ہو نہوشان انقلاب کے کم
 دکھائی دے مجھے کس طرح سے نشیب و فراز
 عجیب ہیں ہو کہ بس جائے مغفرت کا فراغ
 چلا ہو مجھ پر رقیبوں پہ کیوں نہیں چلتا؟
 خوشی سے کرتے ہیں پردہ کہ شرم وضع کیا
 تمھاری چشم سخن کو تو ارڈالے گی؟
 رستم ظریف! محبت ناظر سے نہ دیکھا!!
 یہاں سے کچھ عدم آباد دور بھی نہیں
 و فرزدہ نوازی حضرت خورشید

یہاں تو پوچھنے والا نہیں کوئی کیفی
 خدا ہی پوچھنے والا ہو وہ بھی محشر میں

زہے قیمت کہ میں نا خواستہ ہمان شہر میں
 میں اک گم گشتہ حالت ہستی لاشی کی محبت میں
 حقیقت کیا ہو میری فی الحقیقت حقیقت
 اگرچہ دور افتادہ ہوں لیکن اہل نسبت ہوں
 شہید خاطر اراکینِ خوں گشتہ کی تربت ہوں

الہی! بے خطا تقصیر وار شکر نعمت ہوں
 میری قیمت کو حیرانی یہ ہو میں کس کی قیمت ہوں؟
 اگر سمجھو تو غرت ہوں سمجھو تو مذلت ہوں
 کہ دامن کی تے جھٹکی ہو ی گرد کہ درت ہوں
 کہ میری خاک کہتی ہو کہ میں کسیر کلفت ہوں

۱۔ صاحب عالم مرزا خورشید علی شاہ دورگاہی (مجموعہ ہر اور حضرت داغ دہلوی مرحوم بہ مصنف پر اپنے سفر دہلی میں
 ان کے ہمان تھے۔ خورشید عالم مبارک نے مصنف کی اکائیں مشاعرہ کیا تھا۔ یہ غزل اسی مشاعرہ کی ہے۔
 ۲۔ مولوی فیض احمد صاحب کثرت موانی، ایڈیٹر رسالہ اردوئے معلیٰ علیگڑھ۔ مولوی صدیقی علی خاں نواب حسن الملک مرحوم
 (دہرہ عثمان) کے تعزیت کے جلسہ کی تقریب میں مصنف علی گڑھ گئے تھے مولانا حسرت موہانی نے مصنف کو اپنا بھائی بنا کر ایک
 مشاعرہ کیا تھا جس میں مصنف نے یہ غزل پڑھی۔ (جامع)

مجت گاہ میں ہر روز و ہر شب تفریح ہے
میں اپنے آپ پر ہرگز تھک کر نہیں سکتا
میں اپنے کام کی ساعت تمہارا وقت فرہو
کسی کی سانسے رکھی ہوئی گویا امانت ہو

نہیں مقدور والا ہوں نہ میں مجبور ہوں کبھی! (ق)
خدا رکھے مجھے میں بھی خدا کی ایک قدرت ہو
در سوال شکہ روز جمعہ در علی گڑھ شیشہ

بدنام ہوں، ذلیل ہوں، رسوا ہوں خالی
میں اور تیرا عشق؟ بیسج ہی نہ جھوٹ ہے
سب کچھ ہوں میں۔ مگر تیرا امیدوار ہوں
تو خاکسار دوست ہی میں خاکسار ہوں
لو! آپ کی طرف سے بھی میں شرمسار ہوں
کتنا ہو مجھ سا ناشدنی بار بار "ہوں!"
تو میرا پردہ در۔ میں ترا پردہ دار ہوں
میں، اک شکستہ حال نشانِ فرار ہوں
پھر آپ اپنی خاطر نازک پہ بار ہوں
میں آپ اپنے آبلہ دل میں خار ہوں
یہ عینہ اور ان کی مڑہ کی خلش غلط!

کبھی! کسی سے اپنی حقیقت میں کیا کہوں؟
مشاعرہ عرسِ شیشہ اک تختہ مشق قدرت پروردگار ہوں

خلافتِ صبح نازک کرتے ہیں جو کام کرتے ہیں
نہ فکر و جہنمِ سبیت نہ ذکر و صل میں لذت
تمہارے چاہنے والوں کو ہم بدنام کرتے ہیں
نہ میں کر صبح کرتے ہیں نہ رو کر شام کرتے ہیں
غرض ہر کام بے اندیشہ انجام کرتے ہیں
بڑی تدبیر سے وحشی ہرن کو رام کرتے ہیں
کہ اپنا وقت صرف اعلیٰ خام کرتے ہیں
خیالات ایسے ایسے آپ کے ناکام کرتے ہیں
یہ آنکھیں اور شوق دیدہ؛ یہ اصل کی

ہمارا کام کیا۔ ہم کیا۔ ہمارا نام کیا ہم کیا؟
 ترے لطف و کرم نے کر دیا گستاخ اس چہ
 وہ اپنا کام کرتے ہیں۔ ہمارا نام کرتے ہیں
 اُدھر حسان احسان میں اُدھر عصفیا عصفیا
 کہ ہم اپنی خطا پر خواہش الزام کرتے ہیں
 وہ اپنا کام کرتے ہیں ہم اپنا کام کرتے ہیں
 تمہیں ہم یا بھی شاید برائے نام کرتے ہیں
 اثر فریاد میں کچھ ہو نہ اندوہ نہانی میں

صحیفہ جلد ۲ نمبر ۲
 یہ تھی اور پھر یہ بت پرستی حضرت کیفی! (ق)
 پھلے مانس! اسی پر عیسے اسلام کرتے ہیں!

قیامت کی کش ہوتی تیری دور دار آنکھوں میں
 کہ کھج آتی ہو جان طالبیدار آنکھوں میں
 ممکنے کو گل داغ محبت دل میں ہو اپنے
 کھٹکنے کو ہر خار حسرتیدار آنکھوں میں
 کبھی فرصت جوتی ہو توتیری آہ کتنا ہو
 فقط اب ہ گئے ہیں ریت کے آثار آنکھوں میں
 ہوئی نذ جنوں حبیب گریباں ستیل اپنی
 لگا رکھے ہیں ہم نے آنسوؤں کے آثار آنکھوں میں
 مے میں نظر ہر رات دن اک شوخ کا جلوہ
 کہو آئے نہ نیند اب مری ہیدار آنکھوں میں
 وہ آنکھوں آنکھوں میں کہنے کی باتیں کہہ گزرتے ہیں
 کماں سے آگئی ہو قوت گنتار آنکھوں میں
 کوئی دیکھے تمہارے دیکھنے والے کی کیفیت
 ہزاروں ایسے اک اچھی آنکھیں ہم نے دیکھی ہیں
 ملا کر آکھ دل لینا ہو بائیں ہاتھ کا کرتب
 ہم اپنا دل دیا کرتے ہیں اچھی آنکھ والوں کو
 سمجھتے ہو جسے تم مرد مکہ مرد مکہ کہہ رہے ہو
 سو اس کے بھرے ہیں بے شمار آنکھوں میں
 وہی چرخ چھٹی ہوتی ہے چمچے جو چار آنکھوں میں
 ہو اوہو جمع دو در آتش سحر آنکھوں میں

اُسے ذلت کی پروا ہو نہ بدنامی کا اندیشہ

اگر کیفی کی غرت ہو تری سرشار آنکھوں میں

صحیفہ جلد ۲ نمبر ۲
 ہماری طرح نا املوں کو کیوں تانتے ہیں
 شکایت آپ کی سُن سُن کہ ہم شائے جاتے ہیں
 کوئی ہم سب لاکش اپنے دنیا میں دیکھا ہو؟
 کہ کیسے نگدل کو اپنے سینے سے لگاتے ہیں

خود و عشق بڑھتا ہو تری بے اعتنائی سے
 بگڑ کر ہم نے کب امید کی تجھ سے منانے کی؟
 یہ چلتے چلتے اڑ جانا یہ من بن کر بگڑ جانا
 کہاں کا قول کیا اقرار کیا عہد و عدا کیا
 نہو پاس سخن جس کو وہ انسان کوئی انسان ہو؟
 محبت کس کو کہتے ہیں محبت اک کسوٹی ہو؟
 کہ لوگ اک امتیاز خاص سے ہم کو تبتا ہے
 ادھر تو دیکھ اذناں! ہم مسکراتے ہیں
 تو سے انداز بگستاخیاں ہم کو کھاتے ہیں
 یہ سب کہنے کی باتیں ہیں آتے ہیں جاتے ہیں
 وہی ہیں مرد جو کہتے ہیں منہ سے کر دکھاتے ہیں
 ہر اک کو چاہ کر ہم اپنے دل کو آزماتے ہیں

فریب عشق اہل حق پر چلتا ہو یوں کبھی!
 کہ پہلے اپنے مشقوں کو ہم عاشق بناتے ہیں

و

(سہ ماہ سے ۳۲ ایت)

خدا شاہد نہیں اندیشہ سو و زیاں مجھ کو
 بنایا ہو مری غفلت نے جس رنگاں مجھ کو
 مجھے غم ہو تو یہ غم ہو کہ نگلیں دوسرے کیوں ہیں؟
 نہیں کھلتا الہی! اس سے کیا مطلب ہے پائیں
 طبیعت نے تو ایسی دے الہی! جس سے میں بے چین
 ہجوم گل مری خصلت کا سماں کر چکا پورا
 ارادہ تو بہت کچھ تھا گرا ب کیا کہوں تم سے؟
 یکایک آتے تھے وہ تو میرا حال کھل جاتا
 میں اس بے قدری عہد وفا کی قدر کرتا ہوں
 سفر کی لذت آئینہ آفتوں سے خصلت ہو
 مزے اصرار کے انکار کے۔ دونوں کو آئیں گے
 تر و دیش کم کا ہو نہ فکر این و آن مجھ کو
 کروں خدمت کسی کی حوصلہ اتنا کہاں مجھ کو
 و گرنہ عینا جی چاہے تالے آسمان مجھ کو
 سناتے ہیں مجھ سے سُن کے میری اتناں مجھ کو
 اگر دل ہے تو ایسا ہے جو رکھے شہادیاں مجھ کو
 سلام کہے تی ہو جھک جھک کے شاخ آتیاں مجھ کو
 سنبھلنے ہی نہیں دے تیر مری بے تیاں مجھ کو
 نہ توئی کاش پہلے اطلاع امتحاں مجھ کو
 کہو تم شوق سے ای مہرباں یا مہرباں مجھ کو
 وطن میں ٹھونڈتی پھرتی نہوں سونیاں مجھ کو
 اگر میری زباں تجھ کو ملے تیرنی باں مجھ کو

نئی سوچھی شریک بزم بھی رکھا تو یوں کھا
وہ روٹھا ہی ذرا اس کو مناد و خضر شمع
کوئی گلچیں کے دامن میں کوئی صیالے گھر میں
نہ گلشن گل کو راس آیانہ میرا آشیان مجھ کو

بظاہر سیکڑے سے دور ہوں میں اب کر کیفی! مشاعرہ بزمِ نند
نہ بھولا ہی نہ بھولے گا مرا پیر مغاں مجھ کو باتِ سلسلہ

دوستی نبھ جائے اُن سے ابتدا ایسی تو ہو
ہم میں اور اُن میں محبت یا خدا ایسی تو ہو
رحم اُس بے رحم کو آجائے مجھ کو دیکھ کر
وجہ میں ہوں اہل نظارہ ملے قال کو دُ
تشنہ پھر چلے سکنہ ز آبِ خود ویراب ہو
وہ یہ کہتے ہیں کہو "اب ہم نہ چاہیں گے تھیں"
عرض مطلب پر یہ شوخی تیرے تبسم دیکھنا
باہمی تکرار یا رہا ہوتے ہوئے رہ نہ جائے
ہم مریض بجز راقی مرتے مرتے ہی گئے
مدعا دونوں کا ہی معلوم دونوں کو مگر
دل کی دل میں گھٹک کے رہ جا تو پھر کیا ہو
بخشنے والے کو اپنی ایسی بخشش پر ہونا
نکمت میں سادگی اغماز میں سنجیدگی
کوچہ قاتل میں مجھ کو گھیر کر لائی ہو یہ سر۔

موجھاں باڑتی تھی کیفی! مشاعرہ بزمِ نند
پھر وہ دن آئے۔ زمانے کی ہوا ایسی تو ہو باتِ سلسلہ

فریبِ حسن و الف عشق نہ رسوا کیا مجھ کو
مٹی و مشوق کی ہو قدر زارہ سے سوا مجھ کو
جہاں تک ہو سکے تم سے کہے جا رہا مجھ کو
مدد و امدادِ اُمید ہی آرزو ہو آج یوں کی
ہست اترائے جاتے ہیں بڑا احسان ہے
نہیں ڈرجان جانے کا گر ڈہری تو یہ ڈر
خدا کی دین ہو اس میں کسی کا کیا اجارہ
نہ وحشت ہو نہ سودا ہو یہ پھر آوارگی کسی
لگاؤ کی نگاہیں تار لیں گے تار نے والے
یہ وحشت اور ضبط آہ و فریاد و فغان ہو
یہ بے دروئی یہ بے قدری یہ بے مہر پیری
دل اپنا صاف کے توڑتا ہوں سنگِ لغو سے
محبت نے بڑھایا حوصلہ اتنا کہ کتا ہوں

بہار آئی ہو کیفی اب کہیں کتا ہوں نیچے سے
صحیفہ جلد ۱ نمبر ۲
سمجھتے تھے جواب تک اب سمجھیں بارِ سماج کو
بابتہ بیع الاول ۱۳۲۵ھ

ھ

(۱۳۱۷ء سے ۱۳۲۷ء تک)

جیسی نیچے نبھائیں گے اُس فتنہ گر کے ساتھ
تو کر مقابلہ فلک کی سنہ ور کے ساتھ
شوخی نہ شرم۔ یہ بھی زالی ہو دل لگی
دل چاہیے ملا تو۔ یہ حاضر ہے لیجیے!

ہو زندگی بخیر تو چھوڑیں گے مر کے ساتھ
بے داد گر کی جوڑ ہو بے داد گر کے ساتھ
تم ہم سے منہ چھپاتے ہو آرام کے ساتھ
پڑتے ہیں لاکھ کام بشر کو بشر کے ساتھ

بہر عیادت آؤ مرے چارہ گر کے ساتھ
 کس بے خبر کی میل ہو کس بے خبر کے ساتھ
 وہ با چشم ترکی گئی چشم تر کے ساتھ
 لٹا ہوں میں تو مفت تھاری نظر کے ساتھ
 پروا کی ملی ہو، چراغ سحر کے ساتھ
 آنکھیں ہوں بند۔ روزِ نیاوار کے ساتھ
 جاتی ہو جان، نالہ مرغ سحر کے ساتھ
 اب ساتھ ذیل کے وہ رہے یا بک کے ساتھ
 خطا دیکھتے ہی آگئے وہ نامہ بر کے ساتھ
 میری نظر بھی رہتی ہو تیری نظر کے ساتھ
 کہتا ہوں خیر باد دعا کو اثر کے ساتھ
 ہوں راہزن کے ساتھ کبھی اہر کے ساتھ
 بیٹھا ہو گھر تو بیٹھے ہیں ہم اپنے گھر کے ساتھ

مجھ کو شفا ہو تم سے کوئی بدگماں نہ ہو
 وہ تم سے، اور ہم ہیں زمانے سے بے خبر
 رونے کے ذکر پر نہیں آتی ہو منہ ہی
 جو لوٹتے ہیں دولت میدان پر لوٹ ہو
 اس وقت بزم یار سے ہم کبھی ای جاں
 یارب! یہ ظلم ہم سے تو دیکھنا نہ جائے گا
 یاد آ گیا ہر صبح شب وصل کا سماں
 چھوڑا جب اس نے ساتھ ہمارا تو ہم کو کیلے
 تاثیر جذبِ دل میں نہ تھی نہ خوش سلیقگی
 میں دیکھ لوں گا اُن کو نہیں دیکھتا ہو تو
 کچھ مانگنے کو میں نے اٹھائے نہیں ہیں ہاتھ
 مجھ کو خبر نہیں مجھے کس کی تلاش ہو
 ظوفان اشاکے، نہ نیکلنے ویا م سیں

کیفِی! وہ رات بھر کے نشے ہو گئے ہرن
 (ق) دل اپنا بچھ گیا ہو چراغ سحر کے ساتھ

(مشاعرہ)

سی

دستاویز ۱۳۲۲ء

کی ہو کچھ تقلید اندازِ خرام یار کی
 روکشِ خلد بریں دیوار، بام یار کی
 طالبِ خبت ہو وہ اولادِ یار کس طرح
 تم کھلے بندوں پھر ڈاؤر ہم مقید ہی ہیں
 چال خود بتلا رہی ہو چرخِ رقتار کی
 چشم تر تفسیرِ تجھی تھا اَلْاَکْثَرُ کی
 جو نہ لے منت کسی کے سایہ دیوار کی
 واہ کیا اچھی ہویں پابندیاں اقولہ کی

چھیر کر کھانے لگے ہم گالیاں بازار کی
 کتنی تھنڈی چھانو ہو قاتل تری لوہو کی
 یاں تو نبھیں گئیں ظالم سے بیمار کی
 دھجیاں اڑنے لگیں پھر زخم دامن ار کی
 داستان کس کو سناؤں اشتیاق یار کی
 عقل کتنی ہو کہ اس کی آرزو بے کاری
 آبلوں کو جستجو ہو وادی پُر خاری
 طرح ڈالی جس نے یارب احسن کے بازار کی

فرط سوانی میں یک گونہ مزا ملنے لگا
 ہم صغیران عدم سوتے ہیں کیا آرام سے
 ہائے اب بھی پانوں سے ہنسی نہیں چھوٹتی
 پنجہ وشت کے ناخن بڑھ گئے آئی بیمار
 گوش ہیں دیوار و در کو رشک سے منہ بند
 دل یہ کہتا ہو کہ ذکر العیش نصف العیش ہو
 انقلاب دہر جاتا ہو کنواں سیول کے پاس
 بخش دیتا ہوں میں اُس کو اپنی انکھوں کا آؤ

وہ انگلیں مٹ گئیں وہ ولولے جاتے ہے
 شاعرہ زم زنداں ہائے کیفی! کیا کہیں طاقت نہیں گفتار کی
 (۱۳۲۰ء) (رق)

ایکلی پھرتی ہیں ستین داستانوں میں زبان میری
 وہ آئیں میرے گہرائی بڑی قہر میں میری
 کہاں نہ چائیں وحشت نے اڑا کر جھیاں میری
 نہ مانا ہو نہ مانے گا کبھی یہ آسماں میری
 زلزلے میں ہوا باندھے جو آہوں کا دھواں میری
 الہی! آج تو گھسی میں ہیں پانچوں انگلیاں میری
 کرے گا جستجو کیا کیا چمن میں باغباں میری
 بسر ہو جائے گی کچھ دن چینی بے آیشاں میری
 فقط اک کس سپری ہو گئی ہو قدر داں میری
 شکست رنگ سے ہیں عیاں رنگیناں میری
 الہی کٹ نہ جائیں اپنے دل میں ہیراں میری

ہر اک سے مل کے ہتی ہو الگ طرز سیاسی
 کہاں ایسا مقدر باریابی ہو وہاں میری
 زبان رد و بدل غقا ہو گئی ہو داستان میری
 فقط اک شغل بے کاری ہو فریاد و فغان میری
 عدو کار و زور و تیرہ و تار یک ہو جائے
 جواب خط ہیں مکنی چڑی باتیں اُس نے لکھی ہیں
 زبان حال سے کہتا ہو گل گلچیں کے دامن میں
 تو افسردہ ہوا آتش گل بچھوٹے اس کو
 کوئی پرسان حال اپنا نہیں لیکن خدا رکھے
 نہ ہے قسمت بگڑ کر بھی بن آتی ہو عجیب و غریب
 نہو جاؤں کس آزاد دشمن کی اسیری سے

عجب کچھ وضع کی پابند ہیں پچھائیاں میری
 بنی ہیں زردبان درد دل یہ سلیاں میری
 بہت کی جستجو گرد و نواح آشیاں میری
 ہوئی ہو جا بجائے کڑے کڑے اتاں میری
 نہ اس قابل ہن میرا نہ اُس قابلِ نباں میری
 مگر یاروں کو ازبر ہو گئی ہو داستاں میری
 خوشامد کرتے کرتے تھک گئی اب توبہاں میری
 نئے پہلو سے میرا پردہ دکھتی ہو فغاں میری

دردِ زنداں سے باہر کب ہوں اس ناتوانی پر
 ترقی ہوتی ہو جس وقت میں پہلو بدلتا ہوں
 میں وہ تے تاب ہوں مجھ کو کہیں یا بیہ کلی نے
 کچھ اس نے یاد کر لی ہو کچھ اُس نے یاد کر لی ہو
 سوال بونہ لب کیوں نہ جو تلخ کامی ہو
 وہی سنتا ہوں بے سنتا ہوں میں عاشقِ غزل ہو
 الہی امیری خاموشی میں ہے تاثیر گویائی
 سنا کی کچھ نہیں دیتا کسی کو ہو وہ ہنگامہ

مکانِ فدائے شاہد و ساقی کروں کا شکر کبھی (بابت ۱۲۲) ق
 شاعرِ گروہی ہم شاعرِ غزل اگر مجھ کو ملے سو بار سہرا لیاں میری

زیر سمجھے فلک اپنا فلک سمجھے زیر اپنی
 فلک اپنا نہ اپنا تھا نہ اپنی تھی زیر اپنی
 فلک بھر لے گا دامن گو د بھر لے گی زیر اپنی
 دماں کیا شہر ہو گا جب یہ حالت ہو ہیں اپنی
 سنبھالو اپنے دامن کو اچڑھا لو آتیں اپنی
 کسی کے دل میں کھٹکے گی نگاہ واپس اپنی
 طبیعت گر نہوتی اس قدر شک آفریں اپنی
 ہوئی پیوندِ دامن بیا باں آستیں اپنی
 نہیں جاتی ہو اب تک تو بائیں ہیں اپنی
 مگر کیا بے اثر نکلی صدے آفریں اپنی
 چراغِ زیر دامن ہو کہ آوا آتیں اپنی

اگر نکلے غبارِ آمیز آہ آتیں اپنی
 سمجھ میں آ گیا وحشت ہوئی جب ہم قرین اپنی
 دہن سے پھول برساتی ہو آہ آتیں اپنی
 تصورِ غمِ شمس آتا ہو قیامت تو قیامت ہو
 بڑے متعل ہیں اے ہو ذرا سیدھے تو ہو جاؤ
 الہی اجلہ آنکھیں بند ہو جائیں تو اچھا ہو
 تری خاطر سے غیروں کی بھی خاطر دایاں کرتے
 جنوں میں لٹ گئے ہم اب تو خالی آتھ بیٹھے ہیں
 محبت کس طرح نبھتی ہو آئندہ خدا معلوم
 تمہارا دل بڑھانے کے لیے تعریف کرتے ہیں
 عیاں ہو آنکھ کے پردوں کی شعلوں کی جھلکیاں

میت
سر آنکھوں پر جگہ دیتا ہوں کفیفی فقر کو
یہی ہونا زین اپنی، یہی ہونا حوریں اپنی

سفا رش کے لیے کفیفی! کہیں کیا شرم آتی ہو
خطائیں نخواستہ ہیں کسی سے کچھ نہیں اپنی
۱۹۰۵ء
اردو معلیٰ ۱۳۲۳ھ

کس کے دل میں کھپ گئی؟ کس کی نظر پرچ
میرے دل سے تو خدا معلوم کس کو بچ گئی
ہنستے ہنستے ہاتھ اس نے اپنے منہ پر رکھ لیا
آسمان سے آج بجلی گرتے گرتے بج گئی
لے گئی سارے حواس اب تقاباں پر آ کر
عرش تک آہ رسا کب میری بے لالچ گئی
خون عاشق ہو کہ رنگ بے وفائی ہو۔ مگر
چشم بدور آپ کے ہاتھوں میں منہ بچ گئی
دل کے جانے پر یہ زور و شور فریاد و فغا
بات اتنی سی تھی اُس کی حوم اتنی بچ گئی
ہاتھ کیا آیا بگڑ کر بات کی بھی بچ گئی
میرے ساتی نے مجھے جتنی پلائی بچ گئی
تیز و تند و تلخ و دیرینہ شراب آتشیں

اب تو مخرج خانے میں کفیفی! ایک سنا سنا
صحیفہ جلد ۱۵، نمبر ۲) وہ جھبیلامو کشوں کا اور وہ کچھ بچ گئی
(بابت دوم شوال ۱۳۲۳ھ)

(۱۳۲۴ھ سے ۱۳۲۵ھ تک)

منظور ہو نظارہ جس کو وہ آئے جھانکے
روزن ہیں میرے دل میں یو اراماں کے
بو سے ہزار لیں گے ہم سنگ آستان کے
ہیں خاشم دشمن گل چشم پاسبان کے
اب بھی یہ حوصلے ہیں دل خستہ کی فغاں کے
مل جاتے ہیں زمین سے قلابے آسمان کے
نظارہ سوز آنسو ہیں چشم خون فغاں کے
تعلیے بھڑک رہے ہیں کیا سوز شہاں کے
چھتے ہیں صرف دل میں زلفت کی آستان کے
گویا بچھے ہوئے ہیں کانٹے مری نہاں کے
قلب و جگر کے چھالے، اور گئے زبان کے
زینے بنے ہوئے ہیں کیا آہ ناتواں کے
گردش نے روئی رکھی کانوں میں آسمان کے
ڈنکے بجے ہوئے ہیں کیا اوپر فغاں کے
خود زخمکان الفت کیا اپنی نیچ دیکھیں
دڑے ہیں یہ زمین کے لئے نہیں آسمان کے

اوی برق! چار تنکے تھے میرے آشیان کے
 حق نمک ہیں باقی ان کے لب و لہجہ کے
 ظاہر ہو درد میرا چہرے سے راز و ان کے
 فقرے گھرے ہوئے ہیں اپنے راز و ان کے
 کاش اپنی قبر ہوتی چکر میں آسمان کے
 دیکھو تو فی الحقیقت ہوں ساتھ کاڑاں کے
 محبوب کھنگلی سے پڑے ہیں آسمان کے

بربادی چمن پر کس وقت رحم آیا
 زخم جگر کی لذت کم ہو نہ تاقیامت
 کیوں کر ہو غم گاری غم خوار کی الہی!
 وہ ہم کو یاد کرتے پھر ہم کو چین آتا
 پیوند خاک ہو کر رنگ زمیں نہوتے
 ہوں اول اور آخر باگ جرس کی مانند
 اوی دست شوق! ناخن بے ہوش کے کیا

کیفی! اوجو میکدے میں رہنا مدام چاہو
 مشاعرہ زم زندہ یاکر رکھو مغاں کو یا ہو رہو مغاں کے

آتا ہی لہو دل میں جو رس کے جگر سے
 منہ پھیر لیا اس نے جدھر ہم تھے ادھر
 مرہم بھی لگاتا ہوں تو میں تیرے پر
 دیکھوں کہ نہ دیکھوں تجھے حسرت کی نظر
 تڑپے کہ نہ تڑپے کوئی تر سے کہ نہ تر سے
 مارا دیں کافر نے اسی تیرے نطفے سے
 اند بچائے مری کشتی کو بھنور سے
 دیکھو گے اگر دیکھنے والوں کی نظر
 راتوں کو کہاں جاتے ہو چھپ چھپ کے ادھر
 تم آپ نہ گرجاؤ کہیں اپنی نظر سے
 جس وقت گزرتا ہوں تری اہل تر سے
 تم دیکھتے ہو کس کو حقارت کی نظر سے

تھم تھم کے ٹپکتا ہی مرے دیدہ تر سے
 شکوہ ہو، ہمیں اپنی محبت کی نظر سے
 زخمی ہو جو دل ناوک دل و ز نظر سے
 کچھ زور سے ہوتا ہی نہ زاری سے نہ زگر سے
 تم غیر کو دیکھو جو محبت کی نظر سے
 پھر زخم لگا دل پہ مرے زخم جہاں تھا
 اشکوں کا ملاطم کہیں دل کو نہ ڈوبو
 آٹنے میں شکل اپنی نہ پہچان سکو گے
 کیا دہل میں جواب ان کو وہ یہ پوچھ رہی
 غیروں کو محبت کی نگاہوں سے نہ دیکھو
 جو دل پہ گزرتی ہو وہ ہمیں کہ نہیں سکتا
 سوچو تو ذرا دیکھنے والا ہی تھا را

مع مصنف نے اس پر ایک اور مصرع بھی لکھا ہے ع لعمشوق ملا کرتے ہیں الفت کی نظر سے ۱۲ ج

پردہ در توبہ کا بنا دامن تر سے
تو سیکھ لے یہ چاک گریبان سحر سے
اک تار بھی کم ہو جو مرے دامن تر سے
فتنہ جو اٹھے گا وہ اٹھے گا ترے گھر سے
دیکھا بھی تو دیکھا غلط انداز نظر سے
ٹٹنے کا جُدا وقت ہی کیا شام و سحر سے
قطرہ بھی جو ٹپکے گا مرے دامن تر سے
اس وقت میں خاموش ہوں نہ کہے ڈر سے
مطلب بھی تو ملتا نہیں اب لفظ ارشے

ہیں جلوہ گز جوشِ رحمت میں گنہ گار
اگر دست جنوں! ماتھ سے یتیم نل جا
لے لوں گا میں اعطا اترمی دستار پائی
جب ہوگی قیامت ترے کوچہ ہی میں تنگی
مارا بھی تو مارا مجھے اک تیر ہوئی
دن رات تو فرصت کبھی ہوتی نہیں تم کو
پھر جائے گا پانی تھے اعمال پہ زہا ہا!
بڑ بول ہو تم کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا
کس منہ سے دعا وصل کی ناگوں میں شب بھر؟

دل پر ترے کیفی کے بڑی چوٹ لگی ہو
شاعر عس خضر خٹین
سینکاس کو مے پر میخا آتش تر سے
حیدر آبادی

اور اس کی اب ہاں سے رہائی محال ہو
یہ منتِ حلاوتِ حسن مقال ہو
صورت اگرچہ رُئے سخن کی سوال ہو
خوش ہوں کہ اُن کو صرف مجھی سے ال ہو
تم سے سوال ہو نہ کسی سے سوال ہو
بے شبہ اُن کی چال قیامت کی چال ہو
عذر جواب یا رب بھی الٹا سوال ہو
ناگفتہ بہ مریضِ محبت کا حال ہو
ہر خار گلستانِ محبت نہال ہو
دشواریوں کا سہل نہونا محال ہو

جلوہ ترا اسیرِ طمس خیال ہو
لسب بند ہیں کہ بند زبان سوال ہو
ہم سے نہ بولے کوئی تو ہم کیوں جانے ہیں
اچھا ہو یہ بگاڑ کہ چھڑائیں رشک سے
عاشق خود اپنے حسنِ طلب کا ہو فقیر
یہ انتظارِ وعدہ فردا سے کھل گیا
کتا ہوں کچھ کہو تو وہ کہتے ہیں کیا کہوں؟
شرمندہ روا ہو نہ منت کش دعا
پاتا ہو دل سے کیا صلہ لذتِ خلش
مشکل وہ کون سی ہو جو آساں نہ ہوگی

مجبور ہوں وگرنہ دُعا بھی نہ آگتا کیا بے محل تبسم سین سوال ہو

(شاعرہ حضرت نین) کہتا دراز دامن گردِ ملال ہو وہ خواب میں ملے بھی تو غم و دعا نک کرے

(بات ۱۲۳)

کسی پر جان جاتی ہو کسی پر دل تصدق ہو گئے وہ دن کہ ہم کہتے تھے بندہ بے تعلق ہو
بھلا کیا قبریں لے جاو گلیں جانِ ابدی قال یہ تیرے ہی لیے ہو اور یہ تجھ پر ہی تصدق ہو
نہ پروں کی تنہا ہو نہ خواہش جو جنت کی تمھارے ہو چکے ہم اب کسی سے کیا تعلق ہو
کبھی جن کو کسی سے بات کرتے شان لگتی تھی خدا کی شان اب ان کی زباں جو مخلوق ہو

طریق عشق میں کیفی کہاں کی عاقبت بینی صحیفہ جلد (۱) نمبر (۵) امورِ مملکت میں حاجت غور و تعمق ہو

(بات ۱۲۴)

تمہیں فرصت نہیں اب ان بہانہ ایک یہ بھی ہو زمانہ ایک وہ بھی تھا زمانہ ایک یہ بھی ہو
ملا کر دفترِ غم اپنا قصوں کی کتابوں میں ہم اُن سے کہتے ہیں اور فائدہ ایک یہ بھی ہو
ہوئی کیا ہم صغیر ان چمن کی خانہ بربادی بھڑک کر آتش گل آستانہ ایک یہ بھی ہو
میں و معشوق کا روزانہ جلسہ ایک یہ بھی تھا ہمیں ہم ہیں فقط بزمِ شبانہ ایک یہ بھی ہو

انہیں بے حد شکایت ہو مری نازک مرا جی کی انہیں بے حد شکایت ہو مری نازک مرا جی کی

(بات ۱۲۵)

دوستِ مال خانہ خرابی نظر میں ہو کھلے لقمے دق مے چھوٹے سے گھیریں ہو
گنجائشِ کلام کہاں خیر و شر میں ہو جب تم بشر میں ہو تو بھی کچھ بشر میں ہو
یوں تو ذلیل و جوار ہر اک کی نظر میں ہو بندے کی شان چشمِ حقیقت نگر میں ہو
کچھ رنگِ انقلاب تمھاری نظر میں ہو اب دل میں وہ خلش ہو نہ کاوشِ جگر میں ہو
کیا دیکھتا ہوں ات کوین غم اب میں گئے اک ہاتھ ہو گلے میں تم سے اک کمر میں ہو
کس دل جلے کا ڈھیر ہو یا رب تری پنا اس را کہ میں شر ہو جنمِ شر میں ہو

مصرف کیوں حفاظت شمع سحر میں ہو
 مشغول وہ تو بجیہ چاک سحر میں ہو
 بے بس معاملات قضا و قدر میں ہو
 کچھ ایسی چاشنی مے زخم جگر میں ہو
 توبہ کی بھی شکن کوئی دانا تر میں ہو؟
 یوں بھی تو ایک بھیر تری رگہز میں ہو
 پہلے جو تھا وہی تو ہماری نظر میں ہو
 میری نظریں ہو نہ تمہاری نظر میں ہو
 وہ بھی نظریں ہو مری یہ بھی نظر میں ہو
 تیری نظریں کچھ ہو کچھ اپنی نظر میں ہو
 تشخص نور و نار ہماری نظر میں ہو
 دل میں ملاپ اور لڑائی نظر میں ہو
 کتنے کا مال پھر یہ تمہاری نظر میں ہو؟
 دنیا کی نیچ اونچ ہماری نظر میں ہو

کوشش ہو دامن پر پروانہ کی عبث
 کس طرح کچھ کہوں شب تار فراق سے
 بندہ بشر ہی عفو خطا کا اُسیدہ وا
 غنوار بن گئے ہیں چڑکتے تھے جو نک
 کی ہم نے معصیت بھی سلیقے سے دیکھ لو
 دیوانہ پن مرا ترے جلوے سے کم ہیں
 دنیا تمام بھر گئی دل تو نہیں پھرا
 میں جانتا ہوں لب مری غرت آبرو
 لڑتی تھی آنکھ اب نہیں ملتی نگاہ تک
 واعظ! یہ اپنی اپنی نگہ ہو کہ حور خلد
 بوجھو کلیم ہم سے جمال و جلال یار
 یہ جنگ زرگری مری آنکھوں سے کھینا
 دل اک نگاہ ناز میں لیتے نہیں تو خیر
 ارض و سما ہو وقف نگاہ امید و ال

کیف ہی ہو سو بروں کا برا پھر بھی سچ کو
 ایسا بھی کوئی شخص تمہاری نظر میں ہو؟
 (دیکھو پہلی شاعری ص ۱۳۳)

شل ہو گئے ہیں بازو ہیں در وند نہنچے
 ہم کو بلا تامل اس سے دو چند نہنچے
 اسی نپند گواہاں کیا آواز نپند نہنچے
 دشمن کو بھی نہ مجھ سے کوئی گزند نہنچے
 وہ خود پرست آئے وہ خود پر پند نہنچے

مجھ سخت جاں قاتل کیا کیا گزند نہنچے
 پہنچا بے رخ تم نے جتنے عدو کی خاطر
 سطر لے گاں جس کے کچھ کہہ کے بھرئیے ہو
 میرے سب سے یار بے نقصاں نہو کسی کا
 یادش بخیر جن کا یہ ذکر ہو رات بھر

تا بام یار۔ یارب! ٹوٹی کند پٹھنچے
 کم نخت سب قیہ نخت ارجند پٹھنچے
 کب گرد کو بھی اُس کی کوئی سمنڈ پٹھنچے
 خزند بعض پٹھنچے بعضے نرند پٹھنچے
 اس درد کو ہلے وہ درد مند پٹھنچے
 عرش بلند سے بھی گز بھر بلند پٹھنچے
 کیا جانے کیا سمجھ کر ہم ستمند پٹھنچے
 پہنچائے تم نے جتنے اتنے گزند پٹھنچے

میٹھے ہیں آج کیفی مسجد میں لے کے لتیج (صیغہ جلد نمبر ۵)
 ایسے میں کاش کوئی زنا زبند پٹھنچے (بابۃ رحم ص ۲۵)

وہ مخونا ز آٹنے میں مجھ خود پستی ہو
 سنا ہو قیمتی ہوتی ہو جو تلوار کستی ہو
 کوئی ایسی بلندی ہو نہ کوئی ایسی پستی ہو
 مگر آگے تھے ہمارے کیا اس کی ہستی ہو
 جہاں ہر بار ہر دم رحمت باری برستی ہو
 تمہارا گھر ہی میں کیوں کر کمون بلند رہی ہو
 ترا کو چہ تو کیا اک خانہ بردوشوں کی رہی ہو
 الہی! میں ہوں کتنا آدمی بیکامیری رہی ہو
 نگاہوں میں کسی عیار کی چالاک سستی ہو
 بجائے اشک اب آنکھوں سے یا بوسی برستی ہو
 گلاتے میں یہ منگی اور اتنے میں یہ سستی ہو

تا تیر کچھ دکھائے آہ دل شکر سہ
 اک ہم وہاں نہ پٹھنچے۔ کم تہمتی بہاری
 کیا تیز رہو ہو اپنی عمر رواں کا تو سن
 وینا سے سب برابر نکلے گھر عدم میں
 سینے میں جس کے دل ہوا اس میں کچھ خلش
 دل سے لبوں تک لے نالے تو ہم یہ سمجھے
 دربار اور اُن کا پھر اپنی باریابی؟
 ہیں میسے دل کے ٹکڑے بھرائی کی ریت

تبسم لب پہ جنجراتھ میں آنکھوں میں تہی ہو
 طے نیچی نگہ وہ جان بھی لے کر تو سستی ہو
 محیط عرش و فرش اک حضرت اناں کی کجی ہو
 ہزاروں نعمتوں کی ایک نعمت تن رہتی ہو
 مدینہ جس کو کہتے ہیں وہ جان ملک ہستی ہو
 جسے تم چاہو آنے دو جسے چاہو آنے دو
 پریشانوں کا مسکن اور غمگینوں کا ہیون
 مے ناکرونی اعمال ہیں ناقابل پرش
 ملا کر آنکھ دل لے لیتے ہیں وہ کس صفائی سے
 خبر لیتے نہیں تم اپنے بیمار محبت کی
 متاع دل کی قیمت اجبی جو ہو وہ دو کو

نشاں اس کا مٹاؤ وہ دیاں کھڈا کھڈا پھکڑا
فرار عاشق ناشاد پر عبرت برسی ہو

جگہ کیفی اگر تیری ہو چشم مست ساتی میں
(دشاعرہ نصرت خن) تو پھر کچھ ذوق مستی اور لطف می پرستی ہو

(ذنب ۱۳۲۵ء)

ق

وہاں تو دل جلانے کے لیے آغاز ہوتا ہے
یہاں اپنی وفایر مجھ کو کیا کیا ناز ہوتا ہے
نہ وعدہ کیجیے اب خدا را ہم سے ملنے کا
مراج اکثر اسی دن آپ کا ناساز ہوتا ہے
گنہ گار اور پھر مجھ سا، خدائی میں نہیں کوئی
وہ عاضی ہوں کہ مجھ پر مغفرت کو ناز ہوتا ہے
عجب کچھ گوگو ہو داتاں عشق بھی یار با
نہ مخفی بات رہتی ہو نہ افشار از ہوتا ہو
سمجھتے ہیں ہمیں کچھ آپ کی طرز عبارت کو
عجب انداز سے مطلب قلم انداز ہوتا ہو
نگہ ملتے ہی ہم سے مردہ دل بھی بول اٹھتے
مگر جادو بھری آنکھوں میں بھلی آنچا ہوتا ہو

جناب حافظ شیراز کا سیر وہوں میں کیفی
(صحیفہ جلد ۳ نمبر ۶) مرے شعروں میں کیفی باؤ شیراز ہوتا ہو

(دائیں صفحہ ۱۳۲۱ء)

خوش چشم چوروش بھی ہو وہ خوش نظر بھی ہو
آنکھوں میں سحر اور نظر میں اثر بھی ہو
سرخ تاشک زردی رخ کا علاج کیا
ای چارہ گر ابنت کی تجھ کو خبر بھی ہو
دل ترکا ز روپ ہوا مادہ کس طسج
اُس کو تو پاس خاطر د جگر بھی ہو
ذلت کے ساتھ ساتھ ہی غرت بھی عشق میں
یہ عیب کا ہی عیب ہنر کا ہنر بھی ہو
غرابت نشین کٹے بلاست سے ہر طرح
آسائش وطن بھی ہو لطف سفر بھی ہو

کیفی! بلار یا ہی انھیں تو جو اپنے گھر
(صحیفہ جلد ۳ نمبر ۶) ای خانماں خراب اکہیں تیرا گھر بھی ہو

(۱۳۲۶ء)

(دائیں صفحہ ۱۳۲۶ء)

فکر معاد ہی نہ تلاش معاش ہو
تھو یا گیا ہوں میں مجھے اپنی تلاش ہو
تصویر میں اداسی اداسی نظر فریب
میں جانتا ہوں یہ بھی انھیں کی تلاش ہو
مجھ کو یہ یہ خیال کہ میں ہوں بال و دش
وہ یہ سمجھتے ہیں مے کستے کی تلاش ہو

بزمِ عدو میں وہ مری چپے ہیں بے قرار
اللہ سے ہجومِ تنہا کی آفتیں
یہ آہ بے صدا بھی عجب دل خراش ہو
دل پارہ پارہ اور جگر پاش پاش ہو
اب اک ذرا سی آن میں سب زفاش ہو
کھل کھلتی ہو میری ثبت بھری نگاہ
کیفنی کے حال سے ابھی اُفت کہاں ہیں
صحیفہ جلد ۳ نمبر ۱۰۹
ہم خوب جانتے ہیں بڑا بد معاش ہو

بابتہ جاری الاولیٰ آخر ۱۳۲۶ھ

لب پہ تعریف تری آئی ہو
دست گتسخ ہیں اور فہاش
مجھ پہ شیدا مری گویائی ہو
وہ جو بگڑے ہیں تو بن آئی ہو
بے قراری میں شکیبائی ہو
لوگ کہتے ہیں کہ ہر جاائی ہو
پھر یہ کیا کی کیا آئی ہو
جب تک اس آنکھ میں بنیائی ہو
نہ تماشا۔ نہ تماشائی ہو
ہو کامیدان بھی اللہ اللہ
دیکھ اونچی نگاہوں والے!
پھر وہی دن ہیں وہی اپنی ہیں
تیری شتاق میں میری آنکھیں
مے حیات ابد کی شتوں کو
اس جگہ کوئی نہ آنے پائے
پھر وہی دن ہیں وہی اپنی ہیں
تیری شتاق میں میری آنکھیں
مے حیات ابد کی شتوں کو
اس جگہ کوئی نہ آنے پائے

۱۳۲۶ھ

ٹانچ لے جلد ذرا سی کیفنی

شاعرہ حضرت خدیجہ

تاک میں گشتِ بنیائی ہو

اپنے سائے سے جھکتے تھے جو پہلے پہلے
آپ کی راہ میں کب تک کوئی بے چین ہو
ساتھ غیروں کے وہ اب پھر ہیں الگ پہلے
دل نہ غنچوں کے چٹنے کی صدا سے پہلے
سانسِ آخر مے سینے میں کہاں تک پہلے
جی اڑا کر کے رکھو صحنِ گلستاں میں قدم

دم نکلتا ہو کہیں ہم سے گراں جانوں کا
روز ہوتے نہیں پیک تھما کے دہلے
دل ناعاقبت اندیش کی خاطر کب تک؟
ہم وہاں بس نہ جائیں گے جہاں جی بھلے
اب نہیں غم اگر مہر و وفا کا ہو تو ہو
ہم کو کیا اس سے؟ کوئی اپنی جگہ کچھ کہہ لے
یہ ہیں اس کو چے کے آداب شکست و برکت

(صحیفہ جلد ۲ نمبر ۶)

رات بھر پڑے دروازے پہ دن بھر ٹپلے

ترک الفت کا ارادہ قصد روپوشی بھی ہو
اور پھر دل میں تنہا ہم آغوشی بھی ہو
خود فروشی ہی نہیں ہو خود فروشی بھی ہو
آپ کی باتوں میں گویا لطف خاموشی بھی ہو
کان ہیں اک بات سن لو آئنا کہ سن آئیں
فاش گوئی بھی ہو یہ کہنے کو سرگوشی بھی ہو
شیخ صاحب اپنی بھی لو اک بار کہہ کر اے غفور
زہد کا ہو زہد می نوشی کی می نوشی بھی ہو
غیر کی خاطر سے ٹھیری ہو مری گردن نی
یہ گراں جانی بھی ہو یارب ابک دوشی بھی ہو
قلت و کثرت ہو کیفی ابات اپنے اچھے کی

(ق)

(صحیفہ جلد ۲ نمبر ۶)

موشا و انرا بھی ہو دارے بے ہوشی بھی ہو

یہ کیسی برہمی جیسا منے پیمانہ آتا ہو
ترے لب تک گر پیمانہ گستاخانہ آتا ہو
نراکت کا برا ہو وہ سنو نے بھی نہیں پا
بڑی مشکل سے زلف عزیز تک شانہ آتا ہو
خوشامد اور پھر تنہا خوشامد؟ اس شکر کی
تجھے کچھ بھی خیال ای ہمت مرانہ آتا ہو؟
نہ پوچھو تم او کیا ہو شہرت کس کو کہتے ہیں
سکھانے سے کہیں انداز معشوقانہ آتا ہو؟
روح روشن تمہارا زندگی بخش دو عالم ہو
سمندر بن کے رہ جاتا ہو جو پروانہ آتا ہو
تباہی و دم بدم محسورہ عالم کی بڑھتی ہو
کہ میری میثوائی کے لیے ویرانہ آتا ہو
خدا جانے یہ کس خاک مقدس سجا ہوگا
کہ ہاتھوں ہاتھ بزم یار میں پیمانہ آتا ہو
شراب آتش نے پھونک ڈالا تنہا کیفی
نظر اپنا سراپا مجھ کو آتش خانہ آتا ہو

میرا دمہ ہو اگر تجھ کو کوئی پہچان لے
 اُس کو ایسی کیا پڑی ہو جو مرا احسان لے
 بناتے ہیں ہم بھی تجھ کو تو بھی اتنا جان لے
 لے یہ تھوڑی سی ہو میں قربان میری جان لے!
 جی پھر ٹک جائے ہمارا کوئی ایسی تان لے
 اعتبار آتا نہیں سر پر اگر تیرا آن لے
 تان لے پھر تان لے منہ پر ڈھپڑاں تان لے!
 نام بھولے سے محبت کا نہ پھر انسان لے
 اب نہیں سے شان کی وہ بت خلک شان لے
 مان لے، نا عاقبت اندیش! میری جان لے

لے کے دل منہ پھیر لے ان جان بن کر جان لے
 مسکرا کر میرا دل لے نہیں کے میری جان لے
 لاکھ تو پر دوں میں جھپ جھپ کے ہمارے جان لے
 اسے توبہ ہو مگر اب کے تو اتنی مان لے
 یہ سماں، یہ چاندنی؟ اور مطرب عاشق نواز لے
 تیرے وعدے کا بھروسہ کیا اسے پائل لے
 مار ڈالا مار ڈالا۔ لٹ گئے ہم لٹ گئے!
 ہوں اگر ظالم! ترے سب جو پڑیاں آشکار لے
 بات کرنے کا سلیقہ تک نہ آتا تھا جسے
 چھوڑے اور دلِ اخیال خوب یاں چھوڑے

دیکھ کیفی! بادۂ دیرینہ درو آمیز ہو

صحیفہ نمبر ۶۰ جلد ۲

ریش قاضی میں ذرا اپنے سے پہلے جھان لے

ایسے سے یا الہی! کیوں کر ملاپ ٹھیرے؟
 نالے کیے جو موزوں بے سُرِ لاپ ٹھیرے
 پُن کے تھے کام اپنے جتنے وہ پاپ ٹھیرے
 کیا اس کا تول ٹھیرے کیا اس کا ناب ٹھیرے؟
 جس دن تہاے گھر میں اک رات آپ ٹھیرے
 امی عشق! تو تہاے عاشق جو باپ ٹھیرے

کر کر کے ظلم ہم پر مظلوم آپ ٹھیرے
 پہلو میں دل جو ٹڑپا جنگل میں موز ناچا
 کیا تیرے بالکپن نے الٹی بہانی لنگا
 کیا دے کے لوں میں ساتی تیری میری محبت
 کیا کیا فرے کی آفت کس کس طرح رہی جو
 آنکھیں سپید کر دیں یعقوب کی رُلا کر

بھٹی کے جھگڑوں میں لذت نہیں رہی ہو

دسمبر ۱۹۱۲ء

اپنا مقام کیفی! اب کوئی شاب ٹھیرے

ساعت منجھوس ہو رہی ہو

قسمت محکوس ہو رہی ہو

چاودر شب وصل تان کی کیوں
سردی محسوس ہو رہی ہو
مجھ سے اس شوخ کی طبیعت
اب کچھ مانوس ہو رہی ہو
پی پی کے شراب تھک گئے ہم
اب "یا قدوس" ہو رہی ہو
تیری زلف رسا کی شہرت
از چین تاروس ہو رہی ہو
بزم دشمن میں آنکھ میسری
مثل جاسوس ہو رہی ہو
پھر اپنی طبیعت اُس پہ مائل
افس افسوس ہو رہی ہو

اپنی ہر آہ بت کدے میں

بانگ ناقوس ہو رہی ہو

اُن پہ الزام نہ آئے میری ناکامی سے
وہ نہ رسوا ہوں الہی! میری بدنامی سے
میں کہوں کچھ یہ کہے کچھ، وہ سمجھ لیں کچھ او
بات کرتے ہوئے ڈرتا ہوں میں پیغامی سے
مجھ کو اصرار کا موقع نہیں ملنے دیتا
اب وہ کرتا نہیں انکار مخوشامی سے
رشک اغیار سے کی ترک محبت ہم نے
تو وہ سمجھے ہیں کہ ہم ڈر گئے بدنامی سے

ہم سے پوچھے کوئی تعریفِ جنابِ کیفی
دیکھنے کو تو نظر آتے ہیں اک حامی سے

میری طرح نہ آہ کوئی بے اثر کرے
انسان اپنا کام ہر اک سچ کر کرے!
رخ سے نقاب دور جو وہ فتنہ گر کرے
سجدہ ملک، تو جانِ تصدق بشر کرے
مہمان کی طرح سے نہ آؤ نگاہ میں!
معشوق ہی وہ کیا ہی جو دل میں گھر کرے؟
سوار آزمائے بھی عاشق سے ہو گریز
اب کوئی تم کو پیار کس امید پر کرے؟
ساتی! جو تیری لذت بخش ہو عام فہم
تو بہ گناہ سے نہ کوئی عمر بھس کرے
سوجان سے فدا ہوں میں اس پیلیا پر
مجھ سے گناہ گار کو جو ورگر کرے
میں سر سے پانوں تک ہم تن حرف از ہوا
میری طرف نہ بھول کے کوئی نظر کرے

دل میں نہاں خیال ہو اک پردہ دار کا
 رکھنے کو دل نے پانو تو رکھا ہو عشق میں
 دیکھے تو اُس کی کوئی ملائک فریادیاں
 وہ تیر تیرا ہی جو کلیجے کے پار ہو
 کیا کیا بھری ہو دل میں ہلے انا نیت
 کیسی ڈھٹائیاں ہیں یہ؟ اللہ کی پناہ
 ملتی ہو اُس کو منزل آوارگی کی راہ
 زائد صلوة و صوم پر یہ عجیب یہ غرور
 پائے گا روئے شاہد مقصود جس لوہ گر
 اچر مرجح محبت عالم اجواب دے !
 آلودگی جائے تزیور۔ کیا کہوں ؟
 دور و زہ زندگی کی خوشی کیا؟ ملاک کیا؟
 انسان صدق دل سے رخ اپنا جھکے
 تجھ سے گلہ کرے تو کوئی کس قدر کے
 خورشید حشر خشک نہ دامان ترکے
 دنیا میں جس طرح سے بسر ہو بسرے

دل سے دعا نکلتی ہو کیفی! ترے لیے

اللہ تیرا خاتمہ ایمان پر کرے

اک آگ سی لگی ہوئی سب تن بدن ہیں ہو
 سیراک جہان کی ہمیں حال دکن ہیں ہو
 پہلو میں دل۔ نہ جان گراں یہ تن ہیں ہو
 پروانہ وار روح اُسی انجمن میں ہو
 لطف کلام کب یہ کسی کے سخن میں ہو
 سوز و گداز اس لیے میرے سخن میں ہو
 غربت بھی میمان ہمارے وطن میں ہو
 اپنا تو اک بھرم ہی بھرم پرہیز میں ہو
 پھر کس زمیں کا رنوق ہمارے کفن میں ہو
 اک بات ہی تو ہو جو تھامے دہن میں ہو

عہ یہ غزل استاد مرحوم کے انتقال کے بعد ۲۹ رمضان ۱۳۲۹ء کو جناب شیخ یوسف علی صاحب غلو نے اپنے عم محترم مولوی حکیم نواز علی صاحب مست مرحوم (۱۴۱۲ھ) کے ذخیرہ سے تلاش کر کے دی (باج)

کچھے میں بھی ہیں شیخ کو دنیا کی بخشش
 دنیائے نازیں ہیں عجب دل فریبیاں
 لوحِ مزار۔ تربت شیریں پہ کب ہو یہ
 معشوق نازیں ہو تو عاشق نیا کیش
 سوارِ جاں شاری کو اکامادہ ہیں بگر
 لاکھا، جاہی پان کا۔ ہوٹوں پہ یار کے
 ہوگا، بتوں کو حشر میں شاید یہی عذاب
 سااں کے دیکھ بھال سے ملتی تو ہو نجات
 کیا گوگو میں تلخ ہماری ہو زندگی
 انجم انیس۔ ہو خون تمنا کی یادداشت
 اک وہ ہیں مرنے والوں سے جو بے نیاز ہیں
 ہر چہرے کے پڑتی ہو دل تاریک پر غصہ
 کس طرح حلقہ در توبہ۔ ہلا دیا
 جزر زخم ملے دل کے، انیس تازگی کہیں
 رہتی ہیں ارد گرد تری کس پہریاں
 وہ اور مجھ پہ ایسی نوازش ہے زلفِ صیب
 ہو تازگی فریب دوصد گلشنِ حدوث
 لذت ہو خامشی میں کچھ ایسی۔ کہ لبِ ہنید
 ہر گز میں فتنہ خوابیدہ جاگ اٹھے
 اندکے، سوزِ آتش پنہاں کی دست بڑ
 یہ جان اپنی جان۔ نہ یہ دل ہو اپنا دل

بیت الحرم میں ہو کہ۔ یہ بیت الحرم میں ہو
 رنگِ عروس تازہ اسی پیر زن میں ہو
 چھاتی پہ اک پہاڑ۔ غم کوہ کن میں ہو
 وہ طاق اپنے فن میں۔ یہ طاق اپنے فن میں ہو
 اپنی تو جان۔ قبضہ شمشیر زن میں ہو
 یازگ۔ سرخ بزرگ گل یاسمن میں ہو
 دوزخ چھپی ہوئی مرے دل کی ظلمت میں ہو
 جو راہبر کا وصف ہو وہ راہ زن میں ہو
 چپ میں ہو کچھ مزہ نہ حلاوتِ سخن میں ہو
 اک اک گرہ یہ دامنِ چرخ کھن میں ہو
 اک وہ ہو جو کشاکش دارورن میں ہو
 یہ ایک شمعِ مردہ۔ مری انجمن میں ہو
 کیا زور ناز۔ ساتی تو بہ شکن میں ہو
 گویا ہماری سیر ہا کے چمن میں ہو
 غربت میں کب ہو لطف جو اپنے وطن میں ہو
 کیا آج، کوئی اور مرے پیر ہن میں ہو
 جو پھول میرے دامنِ زخم کھن میں ہو
 گویا زبان یار۔ ہا کے دہن میں ہو
 انداز شور و شہر تھکے چلن میں ہو
 بے مغز استخوان ہو جو یک بدن میں ہو
 ہم کیا ہیں؟ ایک پیکرِ مردہ کفن میں ہو

مشتوق - اور پھر ہو، وہ عاشق مزاج بھی
ہم اپنا حال - کہہ نہیں سکتے کسی طرح
فریادیں، صدا بھی نہیں ہو - اثر کہاں؟
اغیار تاب لانہ سکے جل کے اٹھ گئے
سب تجھ کو چاہتے ہیں - مگر صبر حوصلہ
پابند شوخیوں نے - مگر کر لیا انھیں
اب ہو گیا ہو کچھ دہن زخم بد مزہ
جو ہم شین خاک سر کوٹے یار تھا۔
بلبل تری گلی میں ہو گلزار چھوڑ کر
میں جانتا ہوں سب کی طرح خود پینہ ہو
غربت پسند عشق کی، کیا کیا ہیں سازیا
پاتا ہو دل قرار - تو ہوتا ہوں بے قرار
پروانوں کا ہجوم ہو اطراف داغ دل
بے اختیار ہمسے میں کیا کریں
سے پس مرگ تا ہنوں
کیسے! بیانیہ ہو مرا شوق موشی

پوچھو نہ حال کیفی خانہ خراب کا

(دق) مہمان گھر میں اور مسافر وطن میں ہو

ابھی تک چشم گریاں ہیں نمی ہو
طبیعت تھمتے تھمتے ہی تھی ہو

بلا جانے گرفتارِ ہلاکی
خدا رکھے پریشاں خاطر کی
گئی اپنی جوانی ساتھ دل کے
برائی اور پھر میری برائی
ہنسی آتی ہو غواروں پہ اپنے
وہ بن کر آئے ہیں مکے غرادر
چھپاتے ہیں مجھ سے راز میرا
بہت کچھ شیخ نے پھر کی ہو توبہ
بہت جی خوش ہو کیفی سے مل کر
کماں کا پیش کیسی خرمی ہو
ہمیں حاصل نشاطِ برہمی ہو
فقط اب جان جانے کی کمی ہو
جی ہو دل میں اور ان کے جی ہو
عجب شادی نہ اپنی غمی ہو
محرم کا لباس ماتی ہو
یہ کیا اچھا ثبوتِ محسوس ہو
مگر بندہ بشر ہی آدمی ہو
بہت سی خوبیوں کا آدمی ہو

ملے کیفی کو ساتی اجیدی جاں
(ق) مشائخ، پیر زادہ ہاشمی ہو

میں کہتا ہوں اُسے تو میری جاں ہو
ادھر ہم اور فریاد و فغاں ہو
یہ ہم ہیں یا ہمارا اک گماں ہو
نہ اب وہ فوق آزار و فغاں ہو
مراشیوں، ہو بے بس کی فغاں ہو
نہاں سینے میں عشق گلِ رخاں ہو
خلش افزا مری طس زبیاں ہو
عجب کچھ گو گو اس کا بیاں ہو
پتا چلتا ہو اتنا زاہدوں سے
کچھ اس کے جھکے ملنے میں بھی ہو فی
وہ کہتا ہو کہ یہ میری زباں ہو
ادھر وہ اور کچھ ہوں ہو نہ ہاں ہو
عیاں جس کو سمجھتے ہیں نہاں ہو
نہ وہ نامہرباں نامہرباں ہو
یہ اپنا اپنا اندازِ بیاں ہو
گلابی اپنی آہوں کا دھواں ہو
دہن اک زخم ہو، کاٹا زباں ہو
نہیں سمجھو، نہیں۔ ہاں سمجھو ہاں ہو
ارم خانہ بدوشوں کا مکاں ہو
کہ آخر آسماں پھرا آسماں ہو

نظر بازوں کو کر دیتی ہیں سرشار
 انھیں آمادہ کرتے ہیں جفا پر
 اسیری نے کیا ہو سب سے آزاد
 مرے حق میں سنگم! مشورہ کر
 نہیں پھرتا ہو گا پاک کوئی محروم
 تمھاری شوخیوں میں ڈھونڈتا ہوں
 کہوں کیا سرگزشت اپنی کسی سے
 بڑھی یہ خانہ ویرانی سے وقعت
 گرے گی سب سے پہلے اس پہ بجلی
 تجھے میں اپنے دل میں ڈھونڈتا ہوں
 یہ آنکھیں کس شہرانی کی دکان ہو
 ہمیں منظور اپنا امتحان ہو
 مجھے صیاد کا گھر آشیاں ہو
 بڑا بوڑھا پُرانا آسمان ہو
 عجب چلتی ہو تیروی دکان ہو
 کہ میرے دل کی بے تابانی کہاں ہو؟
 کہ اک اک بات اک اک داتاں ہو
 کہ جو میرا مکان ہو لامکان ہو
 کہ اونچا سب سے جس کا آشیاں ہو
 ذرا کہ دے کہ میرا دل کہاں ہو؟

فقیروں میں ہو کیفی شیخ کامل

تو زندوں میں بڑا پیر مغال ہو

- ۱ کسی سر کچھ تقلید انداز خرام باری چال خود بتلا رہے ہے جبرے بھر خنکاری
- ۲ رکوش خلد برین دیوار بام باری جسم تر نفسیر خبر غشیا الانہار
- ۳ طالع جنت ہو وہ آورہ یار کھج جو نہ لے منت کیسے رائے دیوار گی
- ۴ تم کہے بند گرو اور ہم مقیدی رہی داکہ کیا اچھی ہوئی یا بند یا افزاری
- ۵ فرط سوارن اگر نہ فراموشی چہرہ رکھا لگے ہم گالیا بازار گی
- ۶ ہمعصران عدم شوہن کیا آرام کے کتنی ہند چہاں ہے قاتل تر تلوار گی
- ۷ کما ابھی باؤں سے ہند نہیں جیٹ غیب کیا تو بنفین چٹکین عالم تر سیمار گی
- ۸ پیچہ جوش و ناخن بڑے آگے بہار دہیچان ارٹنے لگین پیر زخم دامن دار گی
- ۹ گوش ہن دیوار و در کو رنگے نہ بند ہے داستان لکھنؤن اشتیاق باری گی
- ۱۰ دل بید کہتا ہے کہ ذکر العیش نفی العیش ہے عقل کہتا ہے کہ اوکل آرزو بیار گی
- ۱۱ انقد ب دہر جانا ہے کنون پاؤں پاکیں آبدون کو جیٹو ہے وادیر خار گی
- ۱۲ غمش دینا پر مین او کو نہیں آنکھوں کا ثواب طرح ڈالیں جیٹ یار جس کے بازار گی
- ۱۳ سہم کہیں گیا کہیں طاقت ہند بھٹکاری

۱۰/۱۱/۱۲/۱۳

۱۴

سرست کی خنریات ہیں مصنف کا (دستخط) (تعلی نوٹ ۱۱)

عمرانی
جامعہ کلاسیک